جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

النور

لِّيُخۡرِجَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِؕ

القران الحکیم ۱۲:۶۵

ظہور-تبوک ۱۳۹۱ھش
اگست-ستمبر ۲۰۱۲ء

خصوصی شمارہ

Muslims who believe in the Messiah, Mirza Ghulam Ahmad Qadiani[as]

AHMADIYYA MUSLIM COMMUNITY

Invites the general public to visit our booth and volunteers to help at the **Miami Book Fair International,** the nation's finest literary event of its kind that welcomes hundreds of thousands of book lovers from USA and all around the world who attend reading and discussion sessions. Please pray for the success of this great Tabligh event.

Where: 401 N.E. 2nd Avenue
Downtown Miami, FL 33132
Miami Dade College Campus (section B)
When: November 16-18
Time: 10 am – 6 pm

The Promised Messiah has come
Love for all Hatred for none

Miami Chapter Information:
Baitul Naseer Mosque
208 NW 7th Court
Hallandale Beach, FL 33009
Phone: (954) 241 7373
Email: miami@ahmadiyya.us
www.alislam.org

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

النــــور

(2:258)

اگست۔ستمبر 2012

جماعت احمدیه امریکه کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّه

فہرس

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى

(سورة الاعلىٰ : 2)

اپنے بزرگ و بالا ربّ کے نام کا ہر عیب سے پاک ہونا بیان کر۔

{700 احکامِ خُداوندی صفحہ 65}

لکھنے کا پتہ: karimzirvi@yahoo.com
OR
Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

قرآن کریم

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ ج وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَہٗ سَاکِنًا ج ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْہِ دَلِیْلًا ۵

(سورۃالفرقان: 46)

(اے قرآن کے مخاطب) کیا تجھے معلوم نہیں کہ تیرے ربّ نے کس طرح سایہ کولمبا کیا ہے اور اگر وہ چاہتا تو اسے ایک جگہ ٹھہرا ہوا بنا دیتا۔ پھر ہم نے سورج کو اس پر ایک گواہ بنا دیا۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ :

فرماتا ہے کیا تُو نے اپنے ربّ کے اس احسان کو نہیں دیکھا کہ اُس نے کس طرح سائے کو لمبا کر دیا ہے۔ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَہٗ سَاکِنًا اور اگر وہ چاہتا تو وہ اس کو ساکن بنا دیتا۔ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْہِ دَلِیْلًا پھر ہم نے سورج کو اس پر ایک دلیل بنایا ہے۔ یہ آیت رسول کریم ﷺ کی صداقت اور قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے پر ایک زبردست دلیل ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب سے رسول کریم ﷺ نے دنیا میں ظہور فرمایا ہے اُس وقت سے لے کر آج تک برابر آپؐ کا سایہ کسی نہ کسی شکل میں ممتد ہوتا چلا جاتا ہے۔ آپؐ کی زندگی میں ایک ساعت بھی تو ایسی نہیں آئی کہ آپؐ نے ترقی کی طرف قدم نہ اٹھایا ہوا ہو۔ پہلے ہی دن جب آپؐ پر الہام نازل ہوا اور آپؐ اس بات سے گھبرائے کہ یہ کام میں کیونکر سرانجام دے سکوں گا۔ دلوں کا فتح کرنا کوئی معمولی بات نہیں تو آپ اُسی گھبراہٹ میں اپنے گھر تشریف لائے اور اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ سے اس خدشہ کا اظہار فرمایا کہ اتنی بڑی ذمہ داری خدا تعالیٰ نے مجھ پر ڈال دی ہے۔ اب میں کیا کروں۔ اس پر پہلا ہی جواب جو آپؐ کی بیوی نے آپ کو دیا وہ یہ تھا کہ کَلَّا وَاللّٰہِ لَایُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا۔ آپ کسی قسم کا وہم اپنے دل میں پیدا نہ کریں۔ خدا کی قسم! اللہ تعالےٰ آپ کو کبھی ذلیل یعنی ناکام نہیں کرے گا۔ گویا جس وقت آپؐ نے اپنے خدشات کا اظہار فرمایا خدا تعالےٰ نے معًا آپؐ کے سایہ کو بڑھا دیا اور آپؐ کی بیوی آپؐ کے مذہب میں شامل ہوگئی۔

عورتیں بظاہر تردّد کرنے والی اور متشکّک طبیعت کی ہوتی ہیں مگر حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کی بات کو سُنتے ہی کہا کہ پہلا سایہ تو مَیں آپؐ کا بنتی ہوں۔ پس فرماتا ہے اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ۔ کیا دیکھتے نہیں کہ ہم کس طرح تیرے سایہ کو بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہؓ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں وہ عربوں میں سے یہودی اور اسرائیلی علوم کے ماہر تھے۔ جب حضرت خدیجہؓ نے رسول کریم ﷺ کو اُن کے سامنے پیش کیا اور سارا واقعہ سُنایا تو انہوں نے کہا ھٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِیْ نَزَّلَ اللّٰہُ عَلٰی مُوْسٰی۔ (بخاری جلد 1 باب کیف کان بدء الوحی) ان پر تو وہی فرشتہ اُترا ہے جو خدا تعالیٰ نے موسیٰؑ پر نازل کیا تھا۔ اس طرح ورقہ نے بھی بزبانِ حال کہا کہ میں بھی آپ کے سایہ میں شامل ہوتا ہوں۔ یہی حقیقت اللہ تعالیٰ اس آیت میں بیان فرماتا ہے کہ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ مَدَّ الظِّل تم دیکھتے نہیں کہ ہم تمہارے سایہ کو کس طرح بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ پہلے ہی دن جب آپؐ دوسرے آدمی کے پاس پہنچے تو آپؐ کا سایہ اور لمبا ہوگیا۔ پھر ایک آزاد کردہ غلام کھڑا ہوگیا اور اُس نے کہا کہ مجھے بھی اپنے سایوں میں شامل کر لیجئے۔ جوانی کے قریب پہنچے ہوئے علیؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ مَیں بھی سایہ بنتا ہوں۔ آپؐ کے بچپن کے دوست حضرت ابوبکرؓ نے جب یہ واقعہ سُنا تو وہ دوڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ! مَیں بھی آپ پر ایمان لاتا ہوں۔ یہی وہ حقیقت ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے کہ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ مَدَّ الظِّل۔

(تفسیر کبیر جلدششم صفحہ 505-507)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

۔۔۔۔ احادیثِ مبارکہ ۔۔۔۔

حضرت علیؓ کو رسول کریم ﷺ نے یہ دُعا سکھائی اور فرمایا کہ یہ دُعا پڑھتے ہوئے ہدایت سے مراد راہِ راست اور ''راہِ سدید'' سے تیر کی طرح سیدھی راہ اپنے ذہن میں مراد لیا کرو۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ وَسَدِّدْنِیْ۔

(مسلم کتاب الذکر)

اے اللہ! مجھے ہدایت دے اور پھر راہ سدید پر قائم کردے۔

☼☼☼☼☼☼

حضرت شہرؓ بن حوشب نے حضرت اُمِّ سلمہؓ سے رسول کریم ﷺ کی کثرت سے پڑھی جانے والی دُعا کے بارہ میں پوچھا تو انہوں نے یہ دُعا بتائی۔ حضرت اُمِّ سلمہؓ نے پوچھا کہ حضور آپ کثرت سے یہ دُعا کیوں کرتے ہیں تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر شخص کا دل خدا کی دو انگلیوں کے درمیان ہے وہ جب چاہے اُسے بدل دے۔

یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

اے دلوں کے پھیرنے والے میرا دل اپنے دین پر قائم کردے

☼☼☼☼☼☼

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بیان کے مطابق رسول اللہ ﷺ یہ دُعا بالعموم پڑھتے تھے

اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ، وَبِکَ اٰمَنْتُ، وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ، وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ، وَبِکَ خَاصَمْتُ، اَللّٰھُمَّ اَعُوْذُ بِعِزَّتِکَ، لَآاِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ، اَنْ تُضِلَّنِیْ، اَنْتَ الْحَیُّ الَّذِیْ لَایَمُوْتُ، وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ۔

(مسلم کتاب الذکر)

اے اللہ! میں نے اپنا سب کچھ تیرے سپرد کیا، اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر توکل کیا، اور تیری طرف میں جھکا، تیرے نام کے ساتھ ہی میں دشمن کا مقابلہ کرتا ہوں، اے اللہ! میں تیری عزت کی پناہ چاہتا ہوں، ہاں تیری عزت کی پناہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تو مجھے گمراہ نہ کرنا۔ تو ہی وہ زندہ ہستی ہے جس پر کبھی فنا نہیں جبکہ تمام انسان اور جن بالآخر ہلاک ہو جائیں گے۔

☼☼☼☼☼☼

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

گر وہ الگ ہے ایسا کہ چُھو بھی نہیں گیا — پھر کس نے لکھ دیا ہے وُہ دل کی کتاب میں

جس سوز میں ہیں اُس کیلئے عاشقوں کے دل — اِتنا تو ہم نے سوز نہ دیکھا کباب میں

جامِ وصال دیتا ہے اُس کو جو مَر چُکا — کچھ بھی نہیں ہے فرق یہاں شیخ و شاب میں

ملتا ہے وُہ اُسی کو جو ہو خاک میں ملا! — ظاہر کی قیل و قال بھلا کس حساب میں

ہوتا ہے وُہ اُسی کا جو اُس کا ہی ہوگیا — ہے اسکی گود میں جو گِرا اس جناب میں

پھولوں کو جا کے دیکھو اسی سے وُہ آب ہے — چمکے اُسی کا نُور مہ و آفتاب میں

خُوبوں کے حُسن میں بھی اُسی کا وہ نُور ہے — کیا چیز حُسن ہے وہی چمکا حجاب میں

اسکی طرف ہے ہاتھ ہر اک تارِزُلف کا — ہجراں سے اسکے رہتی ہے وُہ پیچ و تاب میں

ہر چشمِ مست دیکھو اسی کو دکھاتی ہے — ہر دل اسی کے عشق سے ہے التہاب میں

جن مُورکھوں کو کاموں پہ اسکے یقیں نہیں — پانی کو ڈھونڈتے ہیں عبث وہ سراب میں

قدرت سے اُس قدیر کی انکار کرتے ہیں! — بکتے ہیں جیسے غرق ہو کوئی شراب میں

دل میں نہیں کہ دیکھیں وُہ اُس پاک ذات کو — ڈرتے ہیں قوم سے کہ نہ پکڑیں عتاب میں

ہم کو تو اَے عزیز دکھا اپنا وہ جمال — کب تک وہ مُنہ رہے گا حجاب و نقاب میں

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

''یادرہے کہ دنیا میں صرف قرآن شریف ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کی طرف سے معجزہ ہونے کا دعویٰ پیش ہوا۔ اور بڑے زور سے یہ دعویٰ کیا گیا کہ اس کی خبریں اور اس کے قصے سب غیب گوئی ہے اور آئندہ کی خبریں بھی قیامت تک اس میں درج ہیں۔ اور وہ اپنی فصاحت و بلاغت کے رُو سے بھی معجزہ ہے۔ پس عیسائیوں کے لئے اس وقت یہ بات نہایت سہل تھی کہ وہ بعض قصے نکال کر پیش کرتے کہ ان کتابوں سے قرآن شریف نے چوری کی ہے۔ اس صورت میں اسلام کا تمام کاروبار سرد ہو جاتا۔ مگر اب تو بعد از مرگ واویلا ہے۔ عقل ہرگز ہرگز قبول نہیں کرسکتی کہ اگر عرب کے عیسائیوں کے پاس درحقیقت ایسی کتابیں موجود تھیں جن کی نسبت گمان ہوسکتا تھا کہ ان کتابوں سے قرآن شریف نے قصے لئے ہیں خواہ وہ کتابیں اصلی تھیں یا فرضی تھیں تو عیسائی اس پردہ دری سے چپ رہتے پس بلاشبہ قرآن شریف کا سارا مضمون وحی الٰہی سے ہے۔ اور وہ وحی ایسا عظیم الشان معجزہ تھا کہ اس کی نظیر کوئی شخص پیش نہ کرسکا۔ اور سوچنے کا مقام ہے کہ جو شخص دوسری کتابوں کا چور ہو اور خود مضمون بنادے۔ اور جانتا ہو کہ فلاں فلاں کتاب سے مَیں نے یہ مضمون لیا ہے اور غیب کی باتیں نہیں ہیں اس کو کب جرأت اور حوصلہ ہوسکتا ہے کہ تمام جہان کو مقابلہ کے لئے بلاوے اور پھر کوئی بھی مقابلہ نہ کرے اور کوئی اس کی پردہ دری پر قادر نہ ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ عیسائی قرآن شریف پر بہت ہی ناراض ہیں اور ناراض ہونے کی وجہ یہی ہے کہ قرآن شریف نے تمام پَر وبال عیسائی مذہب کے توڑ دیئے ہیں۔ ایک انسان کا خدا بننا باطل کر کے دکھلا دیا۔ صلیبی عقیدہ کو پاش پاش کر دیا۔ اور انجیل کی وہ تعلیم جس پر عیسائیوں کو ناز تھا نہایت درجہ ناقص اور نکما ہونا اس کا بپایہء ثبوت پہنچا دیا۔ تو پھر عیسائیوں کا جوش ضرور نفسانیت کی وجہ سے ہونا چاہیئے تھا۔ پس جو کچھ وہ افتراء کریں تھوڑا ہے جو شخص مسلمان ہو کر پھر عیسائی بننا چاہے اُس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے کوئی ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر اور بالغ ہو کر پھر یہ چاہے کہ ماں کے پیٹ میں داخل ہو جائے اور وہی نطفہ بن جائے جو پہلے تھا۔ مجھے تعجب ہے کہ عیسائیوں کو کس بات پر ناز ہے۔ اگر ان کا خدا ہے تو وہ وہی ہے جو مدت ہوئی کہ مر گیا اور سری نگر محلّہ خانیار کشمیر میں اس کی قبر ہے اور اگر اس کے معجزات ہیں تو وہ دوسرے نبیوں سے بڑھ کر نہیں ہیں بلکہ الیاس نبی کے معجزات اس سے بہت زیادہ ہیں۔ اور بموجب بیان یہودیوں کے اس سے کوئی معجزہ نہیں ہوا محض فریب اور مکر تھا۔ اور پیشگوئیوں کا یہ حال ہے جو اکثر جھوٹی نکلی ہیں۔ کیا باراں حواریوں کو وعدہ کے موافق باراں تخت بہشت میں نصیب ہوگئے کوئی پادری صاحب تو جواب دیں؟ کیا دنیا کی بادشاہت حضرت عیسیٰؑ کو اُن کی اس پیشگوئی کے موافق مل گئی جس کے لئے ہتھیار بھی خریدے گئے تھے کوئی تو بولے؟ اور کیا اسی زمانہ میں حضرت مسیحؑ اپنے دعوے کے موافق آسمان سے اُتر آئے؟ میں کہتا ہوں اُترنا کیا اُن کو تو آسمان پر جانا ہی نصیب نہیں ہوا۔ یہی رائے یورپ کے محقق علماء کی بھی ہے بلکہ وہ صلیب پر سے نیم مردہ ہو کر بچ گئے۔ اور پھر پوشیدہ طور پر بھاگ کر ہندوستان کی راہ سے کشمیر میں پہنچے اور وہیں فوت ہوئے۔۔۔''

(چشمہ مسیحی روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 343-345)

خطبہ جمعہ

آپس کے رشتوں میں، آپس کے تعلقات میں جماعت کے اندر ایک محبت اور پیار کا بھی خاص رنگ ہونا چاہئے

اگر جلسہ کی برکات اور فیض کا صحیح اِدراک ایک احمدی کو ہو جائے اور اُس کے حصول کی کوشش بھی کرے اور پھر ہر سال جلسہ میں شامل ہونے کی وجہ سے ان برکات اور پاک تبدیلیوں کو جمع کرتا چلا جائے تو ہر سال تقویٰ میں ترقی کی نئی منزلیں ہم ہر احمدی میں دیکھیں گے۔

تقویٰ کے معیار اونچے کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کے لئے صرف نمازوں پر ہی اکتفا نہ ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسہ کے مقاصد بیان کرتے ہوئے حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف بھی بہت توجہ دلائی ہے۔ سچی تبدیلی تقویٰ اور طہارت پیدا کرنے کے لئے اپنے دینی علم کو بھی بڑھانے کی ضرورت ہے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 29؍جون 2012ء بمقام ہیرس برگ (Harrisburg) پنسلوینیا (Pennsylvania) امریکہ

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

الحمدللہ کہ آج جماعت احمدیہ امریکہ کا جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے اور مجھے آج دوسری مرتبہ اس میں شامل ہونے کا موقع مل رہا ہے۔ یہ جلسے جو ہر سال دنیا کے مختلف ممالک میں وہاں کی جماعتیں منعقد کرتی ہیں اُس جلسے کی تتبع میں ہیں جن کا آغاز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا۔ جس کا مقصد افرادِ جماعت کو اُن حقیقی برکات کا وارث بنانا تھا جو افرادِ جماعت کی دنیا و عاقبت سنوارنے کا باعث بنیں اور جن کو وہ اپنی زندگیوں کا مستقل حصہ بنا کر ان برکات کے وارث بنتے چلے جائیں اور یہ برکات حقیقی تقویٰ اختیار کرنے سے حاصل ہوتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسہ میں شامل ہونے والے ہر احمدی سے اس معیار کے حاصل کرنے کی توقع کی ہے اور ان معیاروں کو حاصل کرنے کی طرف توجہ نہ دینے والوں سے سخت بیزاری کا اظہار فرمایا ہے۔

پس یہ جلسہ جہاں برکتوں کا سامان لے کر آتا ہے وہاں ایک سچے احمدی کے لئے بڑے خوف کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے سال میں ایک مرتبہ ایک خاص ماحول میں رہ کر اپنی اصلاح کرنے کا موقع دیا، اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کا موقع دیا، نئے سرے سے اپنے ایمان و ایقان اور روحانیت کو صیقل اور مضبوط کرنے کا موقع دیا، لیکن ان کے حصول کا حق ادا کرتے ہوئے کوشش نہیں کی گئی۔ اگر کوشش کی بھی تو آئندہ اُس کو اُس مقام تک قائم نہ رکھ سکے جس پر رکھنا چاہئے تھا۔ اگر جلسہ کی برکات اور فیض کا صحیح اِدراک ایک احمدی کو ہو جائے اور اُس کے حصول کی کوشش بھی کرے اور پھر ہر سال جلسہ میں شامل ہونے کی وجہ سے ان برکات اور پاک تبدیلیوں کو جمع کرتا چلا جائے تو ہر سال تقویٰ میں ترقی کی نئی منزلیں ہم ہر احمدی میں دیکھیں گے اور ترقی کی یہ منزلیں ہیں جو ہمیں اُس مقام تک پہنچائیں گی جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں۔

پس ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُس دلی خواہش کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے جو جلسہ میں شامل ہونے والوں کی حالت کے بارے میں آپ کے دل میں تھی، اُس مقصد کے حصول کی کوشش کرنے کی ضرورت ہے جو جلسہ سالانہ کے منعقد کرنے کا آپ کے دل میں تھا اور جس کا اظہار آپ نے ان الفاظ میں بھی کیا ہے کہ ''اس دنیا سے زیادہ آخرت کی طرف توجہ ہو''۔

(ماخوذ از شھادۃ القرآن روحانی خزائن جلد 6صفحہ 394)

اور توجہ کا اپنی ترجیحات کا یہ معیار حاصل کرنے کے لئے آپؑ نے اس بات پر شدت سے زور دیا کہ اپنے اندر تقویٰ پیدا کرو۔ اور تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی اُس کا خوف اور خشیت دل میں رکھتے ہوئے ادا کرو اور بندوں کے حقوق بھی اللہ تعالیٰ کا خوف اور اُس کی خشیت دل میں رکھتے ہوئے ادا کرو۔

اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے سب سے بڑا حق عبادت کا ہے اور عبادت میں سب سے اہم چیز نماز ہے جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عبادت کا مغز ہے۔ ایک حقیقی مومن کے اس اہم فرض اور اللہ تعالیٰ کے اس حق کے بارے میں مَیں نے گزشتہ خطبہ میں کچھ روشنی ڈالی تھی۔ پس جنہوں نے وہ نہیں سنا وہ اُس کو سنیں اور اپنی عبادت کے کم از کم یہ معیار حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اس جلسہ میں جب آپ کو نمازوں کی طرف توجہ رہے گی یا ماحول کی وجہ سے بہر حال باجماعت نمازیں پڑھنی پڑیں گی تو پھر ان کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنالیں۔ جلسہ کے دنوں میں خاص طور پر یہ دعا کریں اور اس کے لئے کوشش کریں کہ خدا تعالیٰ سب کو اپنے اس فرض اور اللہ تعالیٰ کے اس حق کو حقیقی رنگ میں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہاں ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں جلسہ کے پروگراموں اور دور سے آئے ہوئے مسافروں کے لئے نمازیں جمع کر کے پڑھائی جاتی ہیں اور شریعت اس کی اجازت دیتی ہے۔ لیکن اپنے گھروں میں اور بغیر مجبوری کے نمازیں جمع کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ بعض گھروں میں لگتا ہے کہ مستقل نمازیں جمع کی جاتی ہیں۔ کیونکہ بچوں سے جب پوچھو کہ ایک دن میں کتنی نمازیں ہیں تو بعض کا جواب یہ ہوتا ہے کہ تین نمازیں ہیں۔ جس سے صاف پتہ چل جاتا ہے کہ ان گھروں میں نمازوں کا اہتمام نہیں ہے۔ قرآنِ کریم نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت سے ہمیں پانچ نمازوں کے اوقات بھی بتائے اور انہیں کس طرح پڑھنا ہے یہ بھی کر کے دکھایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار اس طرف توجہ دلائی ہے۔ گزشتہ خطبہ میں مَیں نے اس کی تفصیل بھی کچھ حد تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات کی روشنی میں بیان کی تھی۔

پس اس اہم فریضے کی طرف بہت توجہ دیں اور پھر تقویٰ کے معیار اونچے کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کے لئے صرف نمازوں پر ہی اکتفا نہ ہو بلکہ بعض دوسری عبادتیں بھی فرض ہیں وہ بھی ادا کرنا ضروری ہیں۔ پھر نوافل ہیں وہ ادا کرنے بھی ضروری ہیں۔ اپنی نمازوں کو نوافل سے بھی سجائیں۔ تہجد اور دوسرے نوافل کی طرف توجہ دیں۔ ان تین دنوں میں بہت سوں کی تہجد کی طرف توجہ ہوگی۔ جب توجہ ہو تو پھر اسے زندگی کا حصہ بنائیں کیونکہ فرائض کی کمیاں نوافل سے پوری ہوتی ہیں اور نوافل میں تہجد کی بڑی اہمیت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرف جماعت کو بہت توجہ دلائی ہے۔ فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت کو چاہئے کہ وہ تہجد کی نماز کو لازم کر لیں۔ جو زیادہ نہیں وہ دو ہی رکعت پڑھ لے کیونکہ اُس کو دعا کرنے کا موقع بہر حال مل جائے گا۔ اُس وقت کی دعاؤں میں ایک خاص تاثیر ہوتی ہے کیونکہ وہ سچے جوش اور درد سے نکلتی ہیں''۔ فرمایا کہ ''جب تک ایک خاص سوز اور درد دل میں نہ ہو اُس وقت تک ایک شخص خواب راحت سے بیدار نہیں ہوسکتا'' نیند سے اُٹھنا یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے کے لئے انسان اپنی نیند کی یہ قربانی کر رہا ہے۔ فرمایا ''پس اس وقت کا اُٹھنا ہی ایک درد دل میں پیدا کر دیتا ہے جس سے دعا میں رقّت اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہی اضطراب اور اضطرار قبولیت دعا کا موجب ہو جاتے ہیں''۔ (ملفوظات جلد 2صفحہ182۔ایڈیشن 2003۔مطبوعہ ربوہ)

پس تہجد کی یہ اہمیت ہے کہ اس کے لئے اُٹھنا ہی انسان میں ایک انقلابی تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔ آجکل کی دنیا میں مختلف ترجیحات ہو چکی ہیں جس کی وجہ سے اکثر لوگ رات دیر سے سوتے ہیں۔ تہجد کا مجاہدہ یقیناً ان حالات میں تقویٰ میں ترقی اور پاک تبدیلی پیدا کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ پس یہ عبادت کے حق کی ادائیگی انسان کو جہاں اللہ تعالیٰ کا قرب دلاتی ہے وہاں انسان کے اپنے فائدے کا بھی بڑا زبردست ہتھیار ہے۔

حقیقی مومن پر اللہ تعالیٰ کے حق کے بعد ایک بہت بڑا حق اُس کے بھائیوں کا حق ہے یا کہنا چاہئے کہ انسانیت کا حق ہے اور قطع نظر اس کے کہ کون کس قوم کا ہے اور کس مذہب کا ہے، انسانیت کے ناطے ایک دوسرے کے حق ادا کرنے کی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار تلقین کی اور جو مومن ہے اُس کا دوسرے مومن پر تو اَور بھی بہت زیادہ حق ہے۔ اس کے بارے میں خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شدت سے تلقین فرمائی ہے جس کی ادائیگی کی کوشش کرنی چاہئے۔

اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسہ کے مقاصد بیان کرتے ہوئے حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف بھی بہت توجہ دلائی ہے۔ فرمایا کہ دوسروں کے لئے اپنے دل میں رِفق اور نرمی پیدا کرو۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 2 صفحہ 69 ۔ایڈیشن 2003ء۔ مطبوعہ ربوہ)

ہمدردی پیدا کرو اور صرف یہ جلسوں تک ہی محدود نہ ہو بلکہ پھر عام زندگی میں بھی اُس کا اظہار ہو۔ بعض دفعہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھائی بھائی ایک دوسرے سے ناراض ہو جاتے ہیں اور مَیں نے دیکھا ہے کئی کئی سال ناراض رہتے ہیں اور یہ ناراضگیاں پھر دوسرے رشتوں میں بھی آگے ٹرانسفر ہوتی چلی جاتی ہیں۔ پھر یہ رفق، نرمی اور ہمدردی اور ایک دوسرے کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھنے میں جو کمی ہے اس سے پھر بعض دفعہ گھروں میں جب ہمدردی کی کمی ہو جاتی ہے، پیار اور محبت کی کمی ہو جاتی ہے تو اس سے گھر بھی ٹوٹ رہے ہوتے ہیں۔ ایک وقت تھا جب ہم کہا کرتے تھے کہ مغربی دنیا میں آزادی کی وجہ سے گھروں میں بے سکونی ہے اور طلاقوں کی شرح یہاں بہت زیادہ ہے۔ خاوند اور بیوی ایک دوسرے کے جذبات اور احساسات کا خیال نہیں رکھتے۔ نرمی اور پیار و محبت سے ایک دوسرے سے بات کرنا گوارا نہیں کرتے۔ شروع میں جو محبتیں ہوتی ہیں ایک سٹیج کے بعد آخر میں وہ دشمنیوں پر منتج ہو رہی ہوتی ہیں۔ وجہ یہی ہے کہ اس ماحول کی وجہ سے ایک دوسرے پر اعتماد نہیں رہتا، اعتماد میں کمی ہوتی چلی جاتی ہے اور پھر اس کا آخری نتیجہ گھر ٹوٹنے کی صورت میں نکلتا ہے۔ اب ہمارے لئے بھی یہ لمحہ فکریہ ہے کہ احمدی گھروں میں بھی بے سکونی بڑھتی چلی جا رہی ہے اور نتیجتاً گھر ٹوٹ رہے ہیں۔ جہاں سے بھی مجھے قضاء کی رپورٹیں آتی ہیں یا جماعت کی اصلاحی کمیٹیوں کی رپورٹیں آتی ہیں اُن اکثر جگہوں پر طلاقوں اور خلع کی شرح بہت بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

پس ایک احمدی کو رِفق، نرمی اور ہمدردی کے ہر پہلو پر حاوی ہونے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے کوشش کرنی چاہئے، اپنے دائرے کو وسعت دینے کی ضرورت ہے تبھی ہم حقیقی احمدی بن سکتے ہیں۔ پس اس جلسہ میں اس پہلو کی طرف بھی توجہ دیں اور اس کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی کوشش کریں اور پھر اس پر قائم رہنے کا عہد بھی کریں۔

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر کامل اطاعت کا عہد کیا ہے۔ پاک تبدیلیاں پیدا کرنے اور تقویٰ پر قائم رہنے کا تجدیدِ عہد کیا ہے۔ اسے ہمیں ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہئے، ورنہ نہ ہم عہدِ بیعت نبھانے والے ہیں اور نہ ہی ہم جلسہ کی برکات سے فیض اُٹھانے والے ہیں۔ جلسے ہوتے ہیں تو آپ ترانے اور نظمیں پڑھتے ہیں، ایم ٹی اے پر اس کو دکھانے کی وجہ سے اس میں رنگینیاں پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بڑے زور شور سے برکتوں کے دن آنے کے ترانے گائے جاتے ہیں۔ پس برکتوں کے دن سے فائدہ اُٹھانے کے لئے تقویٰ کا حصول ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی تعلیم کی کامل پیروی کی ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عہدِ بیعت نبھانا ضروری ہے ورنہ دن بیشک برکتوں کے ہوں ہم ان برکتوں سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ یہ کوئی دنیاوی میلہ نہیں ہے جہاں تم آئے ہو جو دنیاوی فائدہ اُٹھانا تھا تم نے اُٹھا لیا اور چلے گئے۔ بلکہ اس کی حقیقی برکات سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرو۔

(ماخوذ از شهادة القرآن روحانی خزائن جلد 6صفحہ 395)

اور اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے کیا چاہتے ہیں، اس بارے میں مَیں آپؑ کی چند باتیں آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر بات بلکہ ہر ہر بات وہ ہے جس پر عمل کرنے والے باخدا انسان بن سکتے ہیں اور یہی آپ کی بعثت کا مقصد تھا کہ اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے انسانوں کو باخدا انسان بنائیں۔ پس سب سے پہلے تو مَیں آپؑ کے الفاظ میں آپ کا مقام اور اُس کی اہمیت اور آپ کی کامل اطاعت کے بارے میں بیان کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

''تم نے میرے ہاتھ پر جو بیعت کی ہے اور مجھے مسیح موعود حَکَم عَدَل مانا ہے تو اس ماننے کے بعد میرے کسی فیصلہ یا فعل پر دل میں کوئی کدورت یا رنج آتا ہے تو اپنے ایمان کی فکر کرو۔ وہ ایمان جو خدشات اور توہمات سے بھرا ہوا ہے کوئی نتیجہ پیدا کرنے والا نہیں ہوگا۔ لیکن اگر تم نے سچے دل سے تسلیم کر لیا ہے کہ مسیح موعود واقعی حَکَم ہے تو پھر اس کے حکم اور فعل کے سامنے اپنے ہتھیار ڈال دو اور اس کے فیصلوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھو تا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک باتوں کی عزت اور عظمت کرنے والے ٹھہرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کافی ہے۔ وہ تسلی دیتے ہیں کہ وہ تمہارا امام ہوگا۔ وہ حَکَم عَدَل ہوگا''۔

(ملفوظات جلد 2صفحہ52۔ ایڈیشن 2003ء۔مطبوعہ ربوہ)

پس آپؑ کے فیصلوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے والے ہم تبھی ٹھہر سکتے ہیں جب آپ کی ہر بات کی ہم کامل پیروی کرنے کی کوشش کریں۔ آپ نے واضح فرما دیا کہ آپ کی باتوں اور فیصلوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے والے اور اُن پر عمل کرنے والے صرف آپ کی باتوں کی عزت کرنے والے نہیں ہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کی باتوں کوعزت وعظمت سے دیکھنے والے ہیں۔پس یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم نے اُس امام کو مان لیا جس نے ہر بات کھول کر ہمارے سامنے رکھ دی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی تھی تا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔پس ایک احمدی جب بیعت کرتا ہے تو اپنی ذمہ داریوں پر ہمیشہ نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ دنیاوی خواہشات اور دنیاوی ترجیحات اُسے عہد بیعت سے دور لے جاتی ہیں اور حقیقت میں ایسے شخص کا عہدِ بیعت،عہدِ بیعت نہیں رہتا۔پس اس جلسے کے دنوں میں اس پہلو سے بھی ہر احمدی کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔

جماعت کو نصائح کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا کہ:''خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اس کی تائید میں صد ہا نشان اُس نے ظاہر کئے ہیں۔اس سے اُس کی غرض یہ ہے کہ یہ جماعت صحابہ کی جماعت ہو اور پھر خیر القرون کا زمانہ آ جاوے''۔یعنی پہلی صدیوں کا وہ زمانہ آ جائے جو بہترین زمانہ تھا۔''جو لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوں چونکہ وہ وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ(الجمعۃ:4) میں داخل ہوتے ہیں اس لئے وہ جھوٹے مشاغل کے کپڑے اتار دیں اور اپنی ساری توجہ خدا تعالیٰ کی طرف کریں''۔

(ملفوظات جلد2صفحہ67۔ایڈیشن 2003ء۔مطبوعہ ربوہ)

پس جب ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہ خوشخبری دی ہے کہ مسیح موعود کے بعد دائمی خلافت کا سلسلہ بھی قائم رہنا ہے تو ہمیں اس سے فیض اُٹھانے کے لئے خیر القرون کے زمانے کو بھی قائم رکھنے کی کوشش کرتے چلے جانا چاہئے۔ایک نسل کے بعد دوسری نسل میں وہ روح پھونکنی ہوگی اور پھونکتے رہنا چاہئے کہ ہم نے اپنے ہر قول و فعل کو خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق ڈھالنا ہے۔اگر یہ نہیں ہوگا پھر ہم اُس عمدہ زمانے کی خواہش رکھنے والے نہیں ہوں گے جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا ہے،بلکہ اندھیرے دور میں پھر ڈوبتے چلے جائیں گے۔پس اس کے لئے کوشش کرنے کی بھی بہت ضرورت ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ جہاں میرے ماننے والوں میں ذکرِ الٰہی میں خاص رنگ ہو وہاں آپس کے محبت و پیار میں بھی خاص رنگ ہو۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 2 صفحہ 67 ۔ایڈیشن 2003ء۔مطبوعہ ربوہ)

صرف ذکرِ الٰہی کا خاص رنگ نہیں ہے بلکہ آپس کے رشتوں میں،آپس کے تعلقات میں جماعت کے اندر ایک محبت اور پیار کا بھی خاص رنگ ہونا چاہئے۔یہ آپ نے اپنے ماننے والوں سے توقع کی۔اور جب یہ رنگ پیدا ہوگا تو پھر ہی ہم وہ جماعت بن سکتے ہیں جو آخرین کی جماعت ہے۔پھر اس محبت کو مزید وسعت دیتے ہوئے آپ نے حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی۔جس طرح آپ نے توجہ دلائی ہے اگر ہم میں سے ہر ایک اس طرح حقوق کی ادائیگی شروع کر دے تو ہم چند سالوں میں ایک انقلاب پیدا کر سکتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ:''بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی میں میرا یہ مذہب ہے کہ جب تک دشمن کے لئے دعا نہ کی جاوے پورے طور پر سینہ صاف نہیں ہوتا''۔

(ملفوظات جلد2صفحہ68۔ایڈیشن 2003ء۔مطبوعہ ربوہ)

پس دیکھیں ہم میں سے کتنے ہیں جو اس سوچ کے ساتھ اپنی دعاؤں کو وسعت دیتے ہیں؟ جماعت میں جو بعض مسائل پیدا ہوتے ہیں اگر یہ سوچ ہو تو کبھی مسائل پیدا ہو ہی نہیں سکتے۔جب ایک مومن اپنے مخالف اور دشمن اور غیر مومن کے لئے دعائیں کر رہا ہوگا تو اپنوں کے لئے تو ان دعاؤں میں ایک مزید اضافہ ہوگا۔ایک شدت پیدا ہو رہی ہوگی۔اور جب ایسی دعائیں ہوتی ہیں تو خدا تعالیٰ کے پیار کی نظر بھی ایسے پیار کرنے والوں اور دوسروں کے جذبات کا اور احساسات کا خیال رکھنے والوں پر پڑتی ہے اور جس پر خدا تعالیٰ کے پیار کی نظر پڑ جائے،اُس کی دین و دنیا دونوں سنور جاتے ہیں۔

آپؑ کی اس اہم نصیحت کو بھی ہمیشہ ہمیں سامنے رکھنا چاہئے۔آپ نے فرمایا ''تم پر یہ خدا تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اُس نے تمہیں یہ قوت عطا کی اور شناخت کی آنکھ دی''۔یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا،آپ کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔فرمایا ''اگر وہ یہ فضل نہ کرتا تو جیسے اَور لوگ......گالیاں دیتے ہیں تم بھی اُن میں ہی ہوتے''۔یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جس طرح لوگ گالیاں دیتے ہیں تم لوگ بھی اُن میں ہوتے اگر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تم پر نہ ہوتا۔فرمایا ''جس چیز نے تم کو کھینچا وہ محض خدا کا فضل ہے''۔فرمایا ''یہ خیال مت کرو کہ ہم مسلمان ہیں۔اسلام بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرو اور شکر کرو''۔پس نام کا مسلمان ہونا اور احمدی ہونا کوئی چیز نہیں ہے۔اصل چیز جو فضل اللہ تعالیٰ کا اسلام اور احمدیت کے قبول کرنے کی صورت میں ہوا ہے،اُس کی قدر کرنے کی ضرورت ہے۔اور قدر کس طرح ہو سکتی ہے؟ فرمایا کہ''اس کے اندر فلاسفی ہے جو زبان کے کہہ دینے سے حاصل نہیں ہوتی۔اسلام اللہ تعالیٰ کے تمام تصرفات کے نیچے آ جانے کا نام ہے''۔یعنی اسلام نام ہے اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی احکامات ہیں اُن کے نیچے آنے کا۔''اور اس کا خلاصہ خدا کی سچی اور کامل اطاعت ہے۔مسلمان وہ ہے جو اپنا سارا وجود خدا تعالیٰ کے حضور رکھ دیتا ہے''۔

(ملفوظات جلد2صفحہ133۔ایڈیشن 2003ء۔مطبوعہ ربوہ)

اور جب اس حالت پر ایک مومن پہنچ جاتا ہے تو پھر قرآنِ کریم کی یہ آیت آپ نے پیش فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْھَهٗ لِلّٰہِ وَھُوَمُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَرَبِّهٖ وَلَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ(البقرۃ:113)

کیوں نہیں، جو بھی اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دے اور وہ احسان کرنے والا ہو تو اُس کا اجر اُس کے ربّ کے پاس ہے اور اُن لوگوں پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

پس اللہ تعالیٰ یہ وعدہ فرماتا ہے کہ جو بھی اپنی تمام تر توجہ اللہ تعالیٰ پر رکھے، اللہ تعالیٰ کی رضا ہر دوسری چیز پر مقدم کر لے، اُن کے خوف اور غم کی حالت کو اللہ تعالیٰ دور فرما دیتا ہے۔

احسان کا مطلب ہے کہ دوسروں سے نیک سلوک کرنا، ایسا سلوک جس میں کوئی ذاتی مفاد نہ ہو۔ اور پھر یہ بھی مطلب ہے کہ اپنے علم اور عمل میں نیکی مدِّ نظر ہو۔ ایک انسان کا اپنا ہر عمل اور علم جو ہے اُس کا استعمال نیک باتوں کے لئے ہو اور کسی بھی صورت میں اُس میں بدی داخل نہ ہو اور یہی حالت حقیقت میں وہ حالت ہے جس کو کہہ سکتے ہیں کہ توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ پس یہ مقام ہے جو ہر احمدی کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یہ حالت ہی ہمیں حقیقی مسلمان بناتی ہے۔ پس ہمیں اپنے آپ کو بیعت میں شامل کرنے کے بعد اسی پر خوش نہیں ہو جانا چاہئے، اسی پر اکتفا نہیں کر لینا چاہئے کہ ہم احمدی ہو گئے بلکہ اپنے معیار بڑھاتے چلے جانے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

بیعت کرنے والوں کی خوش قسمتی کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ: ''مَیں سچ کہتا ہوں کہ یہ ایک تقریب ہے جو اللہ تعالیٰ نے سعادتمندوں کے لئے پیدا کر دی ہے''۔ یعنی وہ لوگ جو احمدیت میں داخل ہو گئے۔ ''مبارک وہی ہیں جو اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ تم لوگ جنہوں نے میرے ساتھ تعلق پیدا کیا ہے اس بات پر ہرگز ہرگز مغرور نہ ہو جاؤ کہ جو کچھ تم نے پانا تھا پا چکے۔ یہ سچ ہے کہ تم اِن منکروں کی نسبت قریب تر بہ سعادت ہو''۔ یعنی تم اُن انکار کرنے والوں کی نسبت سعادت کے قریب تر ہو۔ ''جنہوں نے اپنے شدید انکار اور توہین سے خدا کو ناراض کیا۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ تم نے حسنِ ظن سے کام لے کر خدا تعالیٰ کے غضب سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کی۔ لیکن سچی بات یہی ہے کہ تم اس چشمہ کے قریب آ پہنچے ہو جو اس وقت خدا تعالیٰ نے ابدی زندگی کے لئے پیدا کیا ہے۔ ہاں پانی پینا ابھی باقی ہے۔ پس خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے توفیق چاہو کہ وہ تمہیں سیراب کرے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے بدُوں کچھ بھی نہیں ہو سکتا''۔ جب تک خدا تعالیٰ نہیں چاہے گا کچھ نہیں ہو سکتا۔ تم پانی نہیں پی سکتے، احمدیت میں داخل ہو کر اُس سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ فرمایا

''مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ جو اس چشمہ سے پئے گا وہ ہلاک نہ ہوگا کیونکہ یہ پانی زندگی بخشتا ہے اور ہلاکت سے بچاتا ہے اور شیطان کے حملوں سے محفوظ کرتا ہے۔ اس چشمہ سے سیراب ہونے کا کیا طریق ہے؟ یہی کہ خدا تعالیٰ نے جو دو حق تم پر قائم کئے ہیں اُن کو بحال کرو اور پورے طور پر ادا کرو۔ ان میں سے ایک خدا کا حق ہے دوسرا مخلوق کا''۔ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 135۔ ایڈیشن 2003ء۔ مطبوعہ ربوہ)

پس یہ وہ حالت ہے اور وہ مقام ہے جس کو ہم میں سے ہر ایک کو اپنے اندر پیدا کرنے اور اپنانے کی ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ بھی ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ حقوق کے معیاروں کے حصول کے لئے جلسہ کی صورت میں ایک تقریب پیدا کر دی جہاں ہم نیک باتیں سُن کر اور ایک دوسرے کے نیک اثرات کو جذب کر کے اُن معیاروں کو حاصل کرنے کی طرف توجہ کرتے ہیں جو آپ ہم میں دیکھنا چاہتے ہیں۔

پھر ایک بہت ہی اہم بات کی طرف آپ نے توجہ دلائی ہے اور ہر احمدی کو اس طرف بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے اور وہ ہے اپنی علمی حالت کو بہتر کرنا۔ آج کل کے معاشرے میں دنیاوی علم کی طرف بہت توجہ ہے اور دین سیکھنے کی طرف کم۔ آپ فرماتے ہیں کہ سچی تبدیلی تقویٰ اور طہارت پیدا کرنے کے لئے اپنے دینی علم کو بھی بڑھانے کی ضرورت ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد دوم صفحہ 142-141۔ ایڈیشن 2003ء۔ مطبوعہ ربوہ)

اور یہ دینی علم آج ہمیں صرف اور صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہی مل سکتا ہے۔ آپ نے اپنی کتابوں کا بے شمار خزانہ ہمارے لئے چھوڑا ہے جو علم و عرفان کے موتیوں سے بھری پڑی ہیں۔ پس انہیں پڑھنے کی طرف بھی بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ جو جو کتب انگلش میں ترجمہ ہو چکی ہیں، اُنہیں اردو نہ جاننے والے انگلش میں پڑھنے کی کوشش کریں۔ کچھ اقتباسات ہیں اُن کی طرف توجہ دیں۔ وہ چار پانچ volumes کی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ جو اُردو پڑھنا جانتے ہیں وہ اُردو میں پڑھیں کہ یہ باتیں ہیں جو ہمارے علم و عرفان کو بڑھانے کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ کیونکہ جو کچھ آپ نے بیان فرمایا ہے، وہ قرآنِ کریم کی تفسیر ہے۔ اس زمانے میں سب سے زیادہ قرآنِ کریم کا اِدراک خدا تعالیٰ نے آپؑ کو عطا فرمایا۔

قرآنِ کریم کے بکثرت پڑھنے کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ: ''خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم پر کھول دیا ہے کہ قرآنِ شریف ایک زندہ اور روشن کتاب ہے''۔ فرمایا ''مَیں بار بار اس امر کی طرف اُن لوگوں کو جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اس سلسلے کو کشفِ حقائق کے

لئے قائم کیا ہے کیونکہ بڑوں اس کے عملی زندگی میں کوئی روشنی اور نور پیدا نہیں ہوسکتا''۔حقائق اُسی وقت کھلتے ہیں جب قرآنِ کریم کا علم ہو۔اس کے بغیر زندگی میں کوئی روشنی اور نور پیدا نہیں ہوسکتا، دینی علم حاصل نہیں ہوسکتا۔فرمایا''مَیں چاہتا ہوں کہ عملی سچائی کے ذریعے اسلام کی خوبی دنیا پر ظاہر ہو جیسا کہ خدا نے مجھے اس کام کے لئے مامور کیا ہے۔اس لئے قرآنِ شریف کو کثرت سے پڑھو مگر نرا قصہ سمجھ کر نہیں بلکہ ایک فلسفہ سمجھ کر''۔

(ملفوظات جلد2صفحہ113۔ایڈیشن 2003ء۔مطبوعہ ربوہ)

پس جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ماموریت کے اس اہم کام کے ساتھ اپنے ماننے والوں کو بھی اس طرف توجہ دلائی ہے تو اس کے لئے ہمارا بھی کام ہے کہ ہم بھی قرآنِ کریم کو سمجھیں، پڑھیں اور اس کے حسن وخوبی کو ان لوگوں پر ظاہر کریں، ان تک پہنچائیں۔اس وقت تبلیغ کا سب سے بڑا ہتھیار ہمارے پاس قرآنِ کریم ہے۔اور نہ نوجوانوں کو اور نہ کسی اور کو کسی بھی قسم کے احساسِ کمتری میں، complex میں مبتلا ہونے کی ضرورت ہے کہ شاید مسلمانوں کے خلاف یا قرآنِ کریم کے خلاف باتیں ہوتی ہیں تو ہم یہ ہتھیار کس طرح استعمال کریں۔یہی ہتھیار ہے جو تمام دینوں پر غالب آنے کا ہتھیار ہے۔پس اس کو ہمیں سیکھنا چاہئے اور آگے پہنچانا چاہئے۔اس کو پڑھنا اور سمجھنا اور اس کے ذریعے سے معترضین کے منہ بند کروانا آج ہماری ذمہ داری ہے۔یہاں آئے دن جو قرآنِ کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق غلیظ اعتراضات کئے جاتے ہیں، اُنہیں دور کرنا آج ہماری ذمہ داری ہے۔ اور یہ صرف چند لوگوں کا ہی کام نہیں ہے کہ خدام الاحمدیہ کے ذریعے سے یا کچھ اور چند لوگوں کے ذریعے سے مجلس انصار سلطان القلم قائم ہوگئی تو ہم کافی سمجھ لیں۔بلکہ ہر احمدی، بچے بڑے، مرد، عورت کو اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ ہم میں سے ہر ایک اسلام کا حقیقی پیغام پہنچانے والوں میں شامل ہوسکے۔

آپؑ فرماتے ہیں۔''اس سلسلے میں داخل ہو کر تمہارا وجود الگ ہو اور تم بالکل ایک نئی زندگی بسر کرنے والے انسان بن جاؤ۔جو کچھ تم پہلے تھے وہ نہ رہو۔یہ مت سمجھو کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں تبدیلی کرنے سے محتاج ہو جاؤ گے یا تمہارے بہت سے دشمن پیدا ہو جائیں گے۔نہیں۔خدا کا دامن پکڑنے والا ہرگز محتاج نہیں ہوتا۔اُس پر کبھی برے دن نہیں آسکتے۔خدا جس کا دوست اور مددگار ہو، اگر تمام دنیا اُس کی دشمن ہو جاوے تو کچھ پرواہ نہیں۔مومن اگر مشکلات میں بھی پڑے تو وہ ہرگز تکلیف میں نہیں ہوتا''۔یعنی مشکلات اگر اللہ تعالیٰ کی خاطر آتی ہیں تو وہ اُس کو محسوس ہی نہیں کرتا''بلکہ وہ دن اُس کے لئے بہشت کے دن ہوتے ہیں۔خدا کے فرشتے ماں کی طرح اُسے گود میں لے لیتے ہیں''۔

(ملفوظات جلد 2صفحہ195۔ایڈیشن 2003ء۔مطبوعہ ربوہ)

اُن تکلیف کے دنوں میں اللہ تعالیٰ سے ایک خاص تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور اس تعلق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ ایسے شخصوں کو اپنی گود میں لے لو۔

پس یہ چند باتیں اُن نصائح میں سے مَیں نے بیان کی ہیں جو وقتاً فوقتاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں فرمائی ہیں۔ہمیں چاہئے کہ ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں، اپنی زندگیوں میں ایک ایسی تبدیلی پیدا کریں۔جو خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والی ہو۔جیسا کہ میں نے کہا کہ جلسہ ہماری عملی، روحانی، دینی اور علمی حالتوں میں تبدیلی پیدا کرنے کے لئے منعقد ہوتا ہے۔پس جلسے کے دنوں میں جلسے کے ماحول اور یہاں کی جانے والی تقریروں سے بھرپور فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں اور ہر ایک اپنی حالتوں کے جائزے لے کہ کیا ہم وہ معیار حاصل کر رہے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے چاہتے ہیں؟ تبھی ہم جلسہ میں شامل ہونے کا صحیح فائدہ اُٹھا سکتے ہیں اور اس کی برکات سے فیضیاب ہوسکتے ہیں ورنہ یہ بھی دنیاوی میلوں کی طرح کا ایک میلہ ہی ہوگا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس مقصد کے حصول کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک بات انتظامی لحاظ سے بھی مَیں کہنا چاہتا ہوں کہ ہر شامل ہونے والے کو اپنے اردگرد ماحول میں بھی نظر رکھنی چاہئے۔یہ جلسہ کے ماحول کی حفاظت کے لئے بھی ضروری ہے اور آپ کی حفاظت کے لئے بھی ضروری ہے۔کارکنان کے لئے خاص طور پر یہ ہدایت یاد رکھیں کہ ڈیوٹیوں کے دوران بعض نمازوں کی طرف توجہ نہیں دیتے۔نمازوں کی ادائیگی کی طرف باقاعدہ انتظام ہونا چاہئے اور جو ان کے نگران ہیں وہ اس طرف توجہ دیں اور اسی طرح جلسے کے دوران تمام احباب ذکرِ الٰہی کی طرف توجہ دیں۔یہی جلسے کا ایک بہت بڑا مقصد ہے۔اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اہم اعلان

انشاءاللہ رسالہ النور کا آیندہ شمارہ

''حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے امریکہ میں ورودِ مسعود پر تاثرات و جذبات''

کے مرکزی عنوان کے تحت ترتیب دیا جائے گا۔قارئین (ناصرات، لجنہ، اطفال، خدام، انصار) رسالہ النور سے درخواست ہے کہ اس عنوان پر مبنی معیاری منظوم کلام اور مضامین ادارہ رسالہ النور میں اشاعت کیلئے بھجوائیں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء — ادارہ رسالہ النور

زیارتِ حرمین الشریفین

لطف الرحمٰن محمود

تیرا مولد، تیرا مسکن، تیرا مدفن دیکھا — وجہِ تکوینِ دو عالم کے فسانے کا متن دیکھا

حرا دیکھ کے یاد آئی حدیثِ اِقْـرَا[1] — باطنِ ثور میں جلوۂ لَا تَحْـزَنْ[2] دیکھا

دامنِ اُحد میں مرقدِ حمزہؓ کے قریب[3] — حجلۂ حورِ شہادہ کے تجمّل کا پھبن دیکھا

شمیسی کی فضا، تجھ پہ فدا جان کہ تُو نے[4] — حزبِ رضواں کا وہ عہدِ کفر شکن دیکھا

کس طرح کروں آج میں ذکرِ مقامِ غرقد[5] — ہے یہ وہ خاک جہاں خُلد نشینوں کا نشیمن دیکھا

یہ بھی تاثیرِ حرم ہے کہ ہم نے اِمسال — چادرِ احرام سے کافر کو مزیّن دیکھا

۱ء جبلِ نُور مکہ میں واقع غارِ حرا جہاں اِقْرَا بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ سمیت سورۃ العلق کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔

۲ء غارِ ثور جہاں سفرِ ہجرت مدینہ کی ابتدا میں حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ نے پناہ لی اور ایک خطرناک مرحلے پر حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کے الفاظ کے ساتھ تائیدِ الٰہی کے شامل حال ہونے کی تسلی دی۔ سورۃ التوبہ کی آیت 40 میں اس واقعہ کا ذکر محفوظ ہے۔

۳ء حضرت نبی کریم ﷺ کے چچا حمزہؓ بن عبدالمطلب جو جنگِ اُحد میں شہید ہوئے۔ میدانِ اُحد ہی میں ان کا مزار ہے۔ ان کے ساتھ ہی حضرت مصعب بن عمیرؓ علمبردارِ اُحد کا مزار بھی ہے۔ باقی شہداء اُسی احاطے میں کچھ فاصلے پر مدفون ہیں

۴ء حُدیبیہ کو آجکل شمیسی کہتے ہیں۔ یہاں 628ء میں صحابہ کرام نے حضورؐ کے دستِ مبارک پر بیعتِ رضوان کی تھی۔ سورۃ الفتح کی آیت 19 میں اسی بیعت کا ذکر ہے۔

۵ء مدینہ کے جنت البقیع کا تاریخی نام ''غرقد'' ہے۔ یہاں ہزاروں صحابہ کرام کے علاوہ حضور ﷺ کی ازواج، صاحبزادیاں، فرزند ابراہیم، چچا عباسؓ، اور بہت سے عزیزان دفن ہیں۔ حضرت عثمانؓ خلیفۂ ثالث بھی یہاں ہی مدفون ہیں۔

عمر بھر تیری محبت میری خدمت گررھی

میری والدہ عائشہ رانجھی کا ذکرِ خیر

ماسٹر احمد علی ریٹائرڈ ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول، ربوہ

جہاں تک مجھے علم ہے ہمارے سارے قبیلہ میں کسی دوسری قوم سے آنے والی پہلی خاتون میری ماں عائشہ رانجھی ہیں۔ ضمناً یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ ہمارا گاؤں ادرحماں حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ اور آپکے والد حضرت مولوی نظام دینؓ کے احمدیت قبول کرنے کے بعد احمدی ہو گیا تھا۔ اس گاؤں کی اکثریت لنگاہ قوم سے تعلق رکھتی ہے۔

چونکہ سارے قبیلے والے انہیں عائشہ نام کے ساتھ رانجھہ قوم کا فرد ہونے کے ناطے ''عائشہ رانجھی'' ہی کہتے تھے۔ 1925ء میں آپکی شادی میرے والد میاں تاج دین صاحب سے ہوئی وہ بھی خوش شکل اور خوش اخلاق تھے خوش اخلاقی ہی کی بنا پر انہیں سب لوگ میاں تاج دین کہا کرتے تھے۔ گو میں خود اُن (والد صاحب) کے اوصاف سے مستفیض ہونے سے محروم رہا۔ کیونکہ وہ مجھے چار سال کا چھوڑ کر اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ میری ماں نے میری تعلیم و تربیت کا فریضہ نہایت صبر و استقامت اور مستعدی سے ادا کیا۔

جب اپنی عمر کے اُس دَور پر غور کرتا ہوں سردیوں کا موسم ہے اور میری ماں نے مجھے لحاف میں لپیٹ کر بستر میں بٹھایا ہوا ہے اور قرآن شریف پڑھا رہی ہیں۔ اتنے میں میرے چچا محمد الدین عادل نماز فجر ادا کرنے کے بعد گھر واپس جاتے ہوئے ہماری خیر خبر لینے ہمارے گھر آئے ہیں۔ ماں مجھے پہلے پارہ کا سبق یاد کرا رہی ہیں۔ چچا جی نے میرا سبق سُن کر ایک آیت مجھے خود کہلوائی تھی۔ میں جب معمول کی تلاوت کے دوران اس آیت پر پہنچتا ہوں تو ماں اور چچا جی میرے سامنے آجاتے ہیں۔ اور ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ میں اپنی ماں عائشہ رانجھی کا ذکر خیر کر رہا تھا۔ چونکہ سارے گاؤں میں اسی نام سے پکاری جاتی تھیں اس لئے میں بھی انہیں ''عائشہ رانجھی'' کے نام سے لکھ رہا ہوں۔ حسنِ صورت اور حسنِ سیرت کے زیور سے آراستہ تھی۔ مجھے یاد ہے رمضان شریف میں ہمارے سارے قبیلہ کی مستورات میری ماں سے قرآن مجید کی تلاوت سننے کے لئے ہمارے گھر اکٹھی ہو جاتی تھیں۔ آپ صحتِ تلفظ اور حسنِ قرأت سے تلاوت قرآن مجید کرتی تھیں نہایت سُریلی آواز سے قرآن مجید پڑھتی تھیں۔

ماہِ رمضان میں ایک غریب مرد اور دو عورتیں عموماً لسّی لینے ہمارے گھر سحری کے وقت پہنچ جاتی تھیں۔ میری ماں دودھ بلو کر لسی چھان پُن کر دودھ جمانے والی چاٹی میں تیار کر چکی ہوتی۔ اُن کے برتن میں لسی ڈال کر کسی قدر مکھن بھی اُس میں رکھ دیتی تھی۔ اُس دَور میں مسافر گاؤں کی مسجد میں شب بسری کرتے تھے اور سحری کے وقت آواز لگاتے کہ مسافر کو مسجد میں روٹی کی ضرورت ہے۔ میری ماں چُپڑی ہوئی روٹی میں گُڑ کی روڑی رکھ کر مجھے ساتھ لے کر مسجد کے چھوٹے دروازے سے جو گلی میں ہمارے گھر کی جانب کھلتا تھا میں جا کر مجھ سے آواز دلوا کر بلواتی اور مَیں روٹی مسافر کو پکڑا دیتا۔ ہمارا گاؤں ادرحماں، دریائے جہلم اور چناب کے درمیان میانی (بھیرہ) سے تخت ہزارہ جانے والی جرنیلی سڑک پر واقع ہے۔ اُس زمانہ میں اوپر پہاڑوں سے سردی کے موسم میں اتر کر میدانی علاقوں کا رُخ کرنے والے مسافر ہمارے گاؤں میں شب بسری کرتے تھے۔

میری ماں کا ہاتھ صدقہ و خیرات میں بھی کھلا تھا۔ فصل اُٹھ کر گھر آتی تو چند مسکین اور غریب بلوا کر اُن کو دانے دلوا دیئے جاتے۔ وہ دعائیں دیتے ہوئے گھروں کو لوٹتے۔۔ مجھے تعلیم دلوانے میں بھی آپ نے مستعدی سے کام لیا۔ اُس دَور میں ہم پرائمری سکول اپنے گاؤں میں پاس کر لینے کے بعد مڈل کلاسز میں بھابڑا جایا کرتے تھے تو علی الصبح ناشتہ کرانے کے بعد دوپہر کے لئے روٹی باندھ دینے میں کبھی سستی نہ کی۔ سردیوں کے موسم میں بھابڑا اور ادرحماں کے راستہ میں پڑنے والی سیم (بڈھی) سے پار اُتارنے کیلئے ایک گھوڑی خریدی۔ چھوٹا بھائی اس گھوڑی پر سیم کے دوسرے کنارے اتار کر واپس آتا اور چھٹی کے وقت آگے مجھے لینے کے لئے گھوڑی (بڈھی) سیم

کے دوسرے کنارے لے کر کھڑا ہوتا تا کہ ٹھنڈے پانی سے گزرنے میں آسانی ہو۔ میری دیکھا دیکھی دو تین اور طلبا کے گھر والوں نے بھی گھوڑیوں کا انتظام کرلیا۔

ہمارے مڈل کے سالانہ امتحان کا سنٹر کوٹ مومن ہوا کرتا تھا جو ہمارے گاؤں سے بارہ تیرہ میل دُور تھا۔لڑکوں کے باپ انہیں سنٹر پہنچا آئے۔ یاد رہے اُن دنوں ٹریول کے اتنے وافر ذرائع نہ ہوا کرتے تھے۔ بلکہ سرے سے تھے ہی نہیں۔ ماں نے مجھے گھوڑی پر اپنے پیچھے بٹھایا اور جہاں ہمارے سکول کے طلبا امتحان کے لئے ٹھہرے ہوئے تھے وہاں تک لے گئی۔ میری اس شرط پر کہ آپ اساتذہ اور طلبا کے سامنے نہ جائیں گی۔مقام رہائش سے کچھ دُور گھوڑی سے اتار کر کہا جاؤ وہ سامنے تمہارے ساتھی ٹھہرے ہیں۔مَیں جب تک اُن میں جا کھڑا ہوا ایک فاصلہ پر کھڑی دیکھتی رہی اُن کے جانے کے بعد میں جا کر اپنا بستر اٹھالایا۔ جو انہوں نے ایک مکان کے سامنے چارپائی پر رکھ دیا تھا۔

بڑی عمر میں آ کر جب مَیں نے اپنی تعلیمی ترقی کے لئے پرائیویٹ طور پر امتحانات دینے شروع کئے تو میری کامیابی کے لئے پچاس پچاس سو سو نفل منت مان لیتی ۔ کامیابی کے بعد وہ نوافل ادا کیا کرتی تھی۔

میری ماں جوانی میں بیوہ ہوگئی تھی۔ہم دونوں بھائی چھوٹے چھوٹے تھے ہماری دودھ لسّی کی ضرورت کی خاطر ہمیشہ شیر دار بھینس کا انتظام رکھا۔

1947ء میں اپنے اکلوتے اور جوان بھائی کی وفات کا صدمہ برداشت نہ کرسکی اور ذہنی توازن درست نہ رہا۔ علاج معالجہ کے بعد جب طبیعت سنبھل جاتی تھی تو میرے کہنے پر کہ بے بے سورۃ الملک یا سورۃ یٰسؔ سنائیں جو انہیں از بر تھیں اگر صحیح صحیح سنا لیتی تو مجھے یقین ہو جاتا کہ اب مکمل صحت ہو چکی ہے۔ ہر جمعہ کے روز میری ماں سورۃ یٰسؔ، سورۃ الملک، سورۃ الدخان کے علاوہ اسمائے حُسنیٰ کی بھی تلاوت کیا کرتی تھی۔ اسمائے حُسنیٰ تو زبانی یاد ہوگئے تھے۔اسی طرح سید الاستغفار بھی زبانی یاد تھا۔ اپنے ہمسایہ میں دو بڑی عمر کی غیر از جماعت عورتوں کو قرآن مجید پڑھنا سکھایا۔ آپ یہ

دعائیہ نظم

وڈیاں مہراں والیا سائیاں ربّ غریب نوازا
اپنے فضل وکرم تھیں کھولے رحمت دا دَروازہ
رحمت دا در یا الٰہی ہر دم وگدا تیرا
جے ہِک قطرہ بخشیں مینوں کم ہو جاوے میرا
وِچہ خزانے تیرے یاربّ ہرگز تھوڑ نہ کائی
ہر محتاج نمانے کارن رحمت تیری آئی
جے گر ساڈیاں عیباں کارن تیرا فضل نہ ہوندا
دفتر کالے بدیاں والے کون اساڈے دھوندا

بڑے درد بھرے انداز سے پڑھتی تھیں۔ بلکہ تین چار دیگر مستورات کو بھی یاد کرائی تھی۔ میری ماں کو شرعی اور فقہی مسائل از بر تھے۔کہا کرتی تھی میں نے یہ سب دینی علم اپنے نانا سے سیکھا ہے جو بہت گہرا دینی علم رکھنے والے بزرگ ہوگزرے تھے۔ میری بے بے قرآن مجید کی بعض آیات کے فیوض اور برکات بھی بیان کیا کرتی تھی۔ مثلاً بھونڈ یا بچھو کاٹے تو فلاں آیت پڑھ کر دم کرنے سے درد ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کہا کرتی تھی آنکھیں دکھنے لگیں تو یہ آیت پڑھ کر دم کرنے سے ٹھیک ہو جاتی ہیں۔ **فبصرک یوم الحدید**۔اسی طرح کہتی تھیں کہ یہ فضا میں اُڑنے والی چیل جو آواز نکالتی ہے **کَطَیِّ السجل للکتب**(سورۃ الانبیاء آیت 105) کہتی ہے۔ناسمجھی کی عمر میں ہم مذاق کرتے کہ بے بے غیر احمدیوں کے والے مسئلے جانتی ہیں۔ بڑے ہو کر جب شعور پختہ ہوا اور مطالعہ بھی کیا تو ایک جگہ پڑھا کہ چیل کہتی ہے صحرا است کہ دریا است زیر پر ماست''

تو یقین ہوا کہ ماں بالکل ٹھیک فرمایا کرتی تھی۔ اپنی اولاد میں سے میرے اور میری اہلیہ کے ساتھ گہری محبت تھی۔ ہمارے ربوہ منتقل ہونے اور اپنا مکان بنا لینے کے باوجود گاؤں میں چھوٹے بیٹے کے بچوں کے ساتھ رہنا پسند تھا۔لیکن جب ہمارا دوسرا بیٹا انیس الرحمٰن پیدا ہوا تو ہمارے پاس ربوہ میں آ گئی تھی یہاں کا ماحول اسقدر پسند آیا کہ پھر یہیں کی ہوکر رہ گئی نماز جمعہ میں شمولیت کے لئے تیار ہو کر پہلی اذان سے پہلے مسجد اقصیٰ میں جا بیٹھتی تھی۔

نظام وصیت میں شمولیت کا شرف حاصل تھا۔1935 سے 1985 تک طویل بیوگی کا زمانہ نہایت جرأت سے گزار کر اپنے پیدا کرنے والے کے حضور اپنے بیٹوں، پوتوں اور نواسوں کے ہاتھوں سپرد خاک کردی گئی۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید سے دلی لگاؤ اور محبت کے صدقہ اپنے حبیب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جگہ دے، آمین ع

میں تری خدمت کے قابل جب ہوا تو چل بسی

میری کہانی میری زبانی

ناصر خان

1996-95 کی پُرانی بات ہے'ایک دن حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بذریعہ MTA ہومیوپیتھی سکھا رہے تھے۔تو آپ نے فرمایا کہ کاربو ویج ایک ایسی دوا ہے جس کا شمار زندگی بچانے والی چوٹی کی دواؤں میں کیا جاتا ہے۔اور ساتھ یہ بھی کہا کہ ایک دفعہ ایک مریضہ کو دل کا شدید حملہ ہوا۔ جب میں وہاں پہنچا تو وہ بظاہر بے جان ہو چکی تھی۔

ماتھے پر سخت ٹھنڈا پسینہ تھا۔ میں نے فوراً کاربوویج کے چند قطرے اُن کے مُنہ میں ٹپکا دیئے۔تھوڑی دیر میں ہی اُن کا سانس بحال ہو گیا۔اور ہمیشہ کاربوویج کو بہت موٴثر پایا ہے۔اسلئے زندگی بچانے کی دوا کے طور پر اِسے ہمیشہ اپنے پاس رکھنا چاہیئے۔ چونکہ مجھے ہائی بلڈ پریشر کی بیماری ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بات سُن کر ہمیشہ کاربوویج کو پاس رکھتا۔باہر جاتے ہوئے کاربوویج کو چیک کرتا۔اگر نہ ملتا تو واپس گھر آجاتا۔کاربوویج لیکر اطمینان سے گاڑی چلاتا۔ یہاں تک کہ رات کو سوتے وقت کاربوویج سامنے میز پر رکھ کر تسلی کر لیتا۔کاربوویج سے میں کبھی غافل نہ رہا، رشتہ داروں کو بھی نصیحت کرتا کہ بھائی کاربوویج کو اپنے پاس رکھا کرو۔

آج مورخہ 4.3.2012 کو میں اپنے برادرِ نسبتی خورشید کے ساتھ میڈیکل شاپ اپنی دوائیوں کیلئے گیا تھا واپسی پر جب میں گھر آیا دن کا ایک بجا تھا۔میرے سینہ میں شدید ہارٹ بَرن شروع ہوا اور دائیں طرف سینہ میں شدید درد شروع ہوا جو کہ نا قابل برداشت تھا۔نہ میں بیٹھ سکتا تھا۔اور نہ چل سکتا تھا۔فوراً میں سمجھ گیا کہ دل کا حملہ ہوا ہے۔فوراً میں کاربوویج کی چند گولیاں مُنہ میں ڈال کر نگل گیا۔اور ساتھ ہی ایک گلاس ٹھنڈا دودھ پیا۔

5 منٹ کے بعد بالکل نارمل تھا۔نہ درد اور نہ جلن جس طرح آگ پر پانی ڈالنے سے آگ بجھ جاتی ہے۔اُسی طرح کاربوویج نے میرے سینے کی جلن اور درد کو ٹھنڈا کیا۔

میں سمر سیٹ جو کہ کنٹکی سٹیٹ میں ایک بڑا گاؤں ہے۔برادرِ نسبتی خورشید خان جو کہ صدر جماعت ہے اور انکی اہلیہ ڈاکٹر امتہ اللہ خان صدر لجنہ ہے۔ ان کے ہاں رہائش پذیر ہوں یہاں پر امتہ اللہ کی ایک پاکستانی لیڈی ڈاکٹر انجم اقبال فزیشن ہے۔ چیک اپ کیلئے گیا جب میں نے ڈاکٹر صاحبہ کو بتایا۔اُنہوں نے کہا میں آپکا ہارٹ چیک کرتی ہوں۔ جب چیک اپ کر لیا تو ساتھ ہی کہا کہ آپ رِسک پر ہیں۔اسی وقت ہاسپٹل میں داخل کروا دیتی ہوں پھر اُسی وقت ڈاکٹر امتہ اللہ کو فون کیا کہ ناصر بھائی رِسک پر ہیں کیا کریں۔ڈاکٹر امتہ اللہ خان نے ڈاکٹر انجم اقبال کو کہا کہ میں یہ رپورٹ ڈاکٹر قاضی مبشر جو کہ لیگزنٹن میں سینٹ جوزف ہارٹ ہاسپٹل میں کارڈیالوجسٹ ہے اُن کو Email کرا دیتی ہوں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ رات کو ڈاکٹر قاضی مبشر سے پتہ کیا اُس نے کہا رپورٹ ٹھیک نہیں ہے۔ابھی میرا آفس بند ہے۔صبح 8:15 پر پتہ کریں صبح ہوتے ہی پتہ کیا۔اُس نے کہا کہ ناصر 12:15 تک میرے آفس پہنچ جائیں۔

9 بجے صبح مجھے میرا بیٹا بذریعہ کار اُس آفس کیلئے لے کر چلا اور ہم 12:30 تک اُس آفس میں جو کہ سمر سٹ سے 85 میل دُور تھا پہنچ گئے۔ڈاکٹر قاضی مبشر کارڈیالوجسٹ کے آفس میں ایک مشین کے ذریعہ ہارٹ چیک کیا۔ پتہ چلا کہ دو آرٹریز بند ہیں۔

ڈاکٹر قاضی مبشر نے اُسی وقت ایک نرس کو کہا کہ خاکسار کو آپریشن تھیٹر بھیج دو۔نرس نے مجھے ویل چیئر پر بٹھا کر آپریشن تھیٹر پہنچا دیا وہاں مجھے ایک ٹیبل پر لٹا دیا گیا۔ جمعے کا دن تھا اور اُس کے بعد اتوار کے دن 11 بجے جب ہوش آیا۔تو پتہ چلا کہ میری اوپن ہارٹ سرجری ہوئی ہے۔اس وقت میری عمر 73 سال 10 مہینہ ہے۔اب میں خُدا کے فضل سے رُو بہ صحت ہوں۔اور بقول حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کاربوویج میری ڈوبتی زندگی کو واپس کھینچ لائی ہے۔

☆......☆......☆

ہم قدم قدم پر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اُسکی رضا کی جستجو کرتے ہیں (المصلح الموعودؓ)

قادیان کی پیاری اور مقدس بستی

اے قادیاں دارالاماں اُونچا رہے تیرا نشاں

مسعود احمد خورشید سنوری مرحوم

ہم قادیاں کے اکمل اور قادیاں ہمارا

کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

عجب دلکشا قادیاں کی ہیں گلیاں
معطّر ہیں یوں جیسے پھولوں کی کلیاں

بچپن سے ہی ہمیں قادیان سے بہت پیار تھا کیونکہ ہمارے والدین اور بزرگ قادیان کی پیاری اور مقدس بستی کا بہت ذکر کیا کرتے تھے۔ وہ خود قادیان جاتے اور اپنے بچوں کو بھی ہمیشہ جلسہ سالانہ پر لے جاتے۔ حضرت والد صاحب مولوی قدرت اللہ صاحب سنوریؓ حضرت امام مہدی مسیح موعودؑ کی بیعت کا شرف حاصل کرنے کے بعد وقتاً فوقتاً قادیان جاتے تھے اور پہلے پہل تو ہمارے پھوپھا حضرت منشی نور محمد صاحبؓ کے مکان ''نور منزل'' میں ہمارا قیام ہوتا تھا۔ یہ مکان الحکم سٹریٹ سے ریتی چھلہ کی طرف بنایا گیا تھا اس سے آگے محلّہ دارالفتوح تھا۔ پھر حضرت والد صاحبؓ نے بھی الحکم سٹریٹ میں ایک مکان خرید لیا۔ ہمارے مکان کے سامنے احراریوں کی ایک مسجد تھی۔

مسجد کے باہر سڑک پر ایک احراری دوست کی دکان تھی۔ ہمارے مکان کے ملحق دونوں طرف ہی احراری دوستوں کے مکان تھے۔ مسجد سے گاہے بگاہے احمدیوں کے خلاف تقاریر بھی ہوتی رہتی تھیں۔ اسی سٹریٹ میں ''الحکم'' اخبار کا دفتر تھا شائد اسی لئے اس کا نام ''الحکم اسٹریٹ'' مشہور ہو گیا تھا۔ آگے جا کر چوک میں بائیں طرف ایک دُکان تھی جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا مطب تھا۔ جس سے ہزاروں مریضوں نے شافیِ مطلق خدائے قادر وتوانا کے فضل سے شفا پائی۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

اس چوک سے آگے جا کر دائیں جانب مسجد مبارک ہے۔ مسجد مبارک سے ملحق حضرت مسیح موعودؑ کا مسکن مبارک ہے۔ مسجد کے ساتھ نیچے والی سڑک سے دائیں جانب محکمہ بیت المال کے دفاتر تھے، دائیں جانب حضرت مولوی برکت علی صاحبؓ نائب ناظر مال کا دفتر تھا اور برآمدے کے بعد حضرت مولوی فرزند علی خان صاحبؓ ناظر بیت المال کا دفتر تھا۔

الحکم سٹریٹ والے چوک سے بائیں طرف جو سڑک جاتی تھی اُس پر حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ کا گھر تھا اور آگے جا کر کوٹھیاں شروع ہو جاتی تھیں اور آگے حضرت چوہدری ظفر اللہ خانؓ کی کوٹھی اور اسی سڑک پر حضرت مصلح موعودؓ کی کوٹھی بیت الحمد تھی جس میں حضور نے دفاتر ایم۔ این سنڈیکیٹ (محمود آباد، ناصر آباد سنڈیکیٹ) قائم فرمائے ہوئے تھے۔

خاکسار 1937ء میں سنور (ریاست پٹیالہ) سے تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے قادیان آ گیا اور آٹھویں جماعت میں تعلیم الاسلام ہائی اسکول قادیان میں داخلہ لیا اور مئی 1939ء میں میٹرک کا امتحان وہاں سے پاس کیا اور اس کے بعد تقریباً ڈیڑھ سال مزید قادیان میں قیام کیا 1940ء میں خاکسار نے حضرت مصلح موعودؓ کے سندھ کی زمینوں کے دفتر میں آٹھ دس ماہ کام سیکھا اور پھر حضورؓ نے مجھے منور آباد سٹریٹ سندھ میں بطور اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ کام کرنے کیلئے بھیج دیا۔ قادیان کی مقدس بستی کے اور اُس زمانہ کے کچھ حالات تحریر کر رہا ہوں۔

قادیان میں بجلی (electricity) غالباً 37-1938ء میں آئی تھی۔ مسجد اقصیٰ میں حضرت مصلح موعودؓ جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے تو لاؤڈ اسپیکر نہیں ہوتے تھے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے حضورؓ مسجد کے درمیان میں کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ گرمی کے موسم میں خطبہ جمعہ کے وقت خدام ہاتھ والے بڑے بڑے پنکھوں سے جھلایا کرتے تھے۔

ان دنوں بٹالہ سے قادیان تک دن میں چار، پانچ مرتبہ ریلوے ٹرین آتی تھی۔ البتہ

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اسپیشل ٹرینیں بھی آتی تھیں کیونکہ اس زمانہ میں وہاں بسیں نہیں چلتی تھیں۔

ریلوے اسٹیشن پر شائد تین، چار تانگے ہوتے تھے اور تانگے والے آواز لگاتے تھے۔ ''بھام بھامڑی ٹانگے تے شہر'' ۔قادیان کے نزدیک بھام اور بھامڑی (گاؤں یا قصبہ) تھے البتہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بٹالہ وغیرہ سے ٹانگے آجاتے تھے عموماً ریلوے اسٹیشن پر چند قُلی ہوتے تھے انکے بازوؤں پر ایک نشان بندھا ہوتا تھا'' دو آنے فی پھیرا'' البتہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بہت سے کشمیری بھی ریلوے اسٹیشن پر مزدوری کرنے کیلئے آجاتے تھے وگرنہ دوسرے دنوں میں ٹانگہ نہ ملنے کی وجہ سے مہمان قُلیوں سے ہی سامان اُٹھوا کر کشاں کشاں اپنے گھروں کی طرف لاتے تھے۔ریلوے اسٹیشن سے شہر آنے والی سڑک ٹوٹی پھوٹی تھی اور تانگے کے ہچکولے مہمانوں کو پریشان کرتے تھے تانگہ والوں کی کوشش ہوتی تھی کے چار مہمان بٹھانے کی جگہ زائد سواریوں کو بٹھالیں اور زیادہ پیسے کمالیں۔

جلسہ سالانہ کے ایام میں احمدیہ بازار اور ہندوؤں والے بازاروں میں خوب چہل پہل ہوتی تھی اور آنے والے مہمان اپنی بہت سی ضروریات قادیان سے خرید کر لے جاتے تھے۔چائے کی دکانوں اور کھانے پینے کی اشیاء والی دکانوں پر بہت ہجوم ہوتا تھا گرم چادریں اور کپڑے بھی خوب فروخت ہوتے تھے۔مسجد مبارک والے چوک میں ایک دکان بڑی مشہور تھی جس کے باہر یہ شعر لکھا ہوا تھا

لوکاں پائیاں ہٹیاں تے ڈھونگی پایا ہٹ

چیز بنادے ستھری تے پیسے لیندا گھٹ

جس کا یہ مطلب ہے کہ لوگوں نے دکانیں بنائیں لیکن ڈھونگی نے بہت بڑی دکان بنائی۔وہ چیزیں عمدہ قسم کی بناتا ہے اور انکی قیمت بھی بہت کم لیتا ہے۔

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بفضلہٖ تعالیٰ مسجدوں میں بہت حاضری ہوتی تھی بلکہ مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ میں تو جگہ ملنی مشکل ہوتی تھی چونکہ بعض اوقات (دسمبر کے مہینہ میں) سردی زیادہ ہوتی تھی اور مسجد اقصیٰ کے اندر جگہ نہیں رہتی تھی تو صحن بھی نمازیوں سے بھر جاتا تھا۔

منارۃ المسیح وقتاً فوقتاً کھلتا تھا۔اذان دینے کیلئے محترم سراج دین صاحب مؤذن منار کی سب سے اوپر والی منزل پر جاتے تھے کبھی کبھی ہمیں بھی اوپر جانے کا موقعہ مل جاتا تھا اور اوپر جا کر قادیان کی مقدس بستی کی زیارت کا موقعہ مل جاتا تھا۔منارۃ المسیح پر اُن اصحاب وخواتین کے نام درج ہیں جنہوں نے منارۃ المسیح کی تعمیر کیلئے چندہ دیا جو کہ بہت بڑی قربانی تھی۔اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین اللھم آمین۔

مہمانوں کی آمد کے متعلق بشارات

یَا تیک من کل فج عمیق یا تو ن من کل فج عمیق

حضرت مسیح موعودؑ کے بابرکت اس الہام کے مطابق بفضلہٖ تعالیٰ قادیان میں بارہ مہینے ہی مختلف ممالک اور مختلف شہروں سے مہمانوں کی آمد کا تانتا بندھا رہتا تھا اور جلسہ سالانہ کیلئے تو جلسہ سے قبل ہی مہمان آنے شروع ہو جاتے تھے اور حضرت مسیح موعودؑ کے قادیان کے لنگر خانہ کا کام بہت بڑھ جاتا تھا اور کئی لنگر خانے کام کرنے لگتے تھے۔

و اذاالنفوس زوّجت(التکویر 81) کے ارشادِ ربّانی کے تحت قادیان میں اس زمانہ میں ہزاروں بندگانِ خدا کا جمع ہونا قدرت کے کرشمہ اور حُسنِ جلوہ کا نظارہ ہوتا تھا۔جلسہ سالانہ کے بابرکت ایام میں یہ بینر بڑی شان سے لہرا رہا ہوتا تھا۔

زمینِ قادیاں اب محترم ہے

ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

قادیان کی سڑکیں آمدورفت کی وجہ سے بھری رہتی تھیں مسجدیں آباد رہتی تھیں۔بلکہ ان ایام میں بعض لوگ قادیان آکر اپنے عزیزوں کے نکاح پڑھواتے تھے اور بعض لوگ شادیاں بھی کر لیتے تھے کیونکہ مختلف جگہوں سے انکے رشتہ دار جلسہ میں شمولیت کیلئے آئے ہوئے ہوتے تھے۔مندرجہ بالا فرمانِ الٰہی مسیح موعودؑ کے زمانہ سے ٹرانسپورٹ اور کمیونیکیشن کے ذرائع سے بھی پورا ہو رہا ہے اور آج اس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کیلئے تیز رفتار ٹرینیں سینکڑوں میل فی گھنٹہ پرواز کرنیوالے برق رفتار طیارے روئے زمین پر شانِ خداوندی کے جلوے دکھا رہے ہیں۔

و اذاالصحف نشرت(التکویر 81)

بارگاہِ الٰہی سے اس فرمانِ خداوندی کا پورا ہونا بھی اسلام کی تشہیر کیلئے مسیح موعودؑ کے زمانہ میں مقدر تھا۔اس لئے بفضلہٖ تعالیٰ حضورؑ کیلئے چھاپہ خانہ بن گئے اور جہاں حضورؑ کی کتب کی اشاعت ہوئی وہاں قرآن کریم کے تراجم اور اشاعت بھی ہونے لگی اور قادیان میں ان دنوں بھی بہت سی کتابیں ملنے لگ گئی تھیں۔

اسلام کی تشہیر کیلئے نئی ایجادات

اگرچہ بفضلہٖ تعالیٰ اسلام کی اشاعت کیلئے کتابوں کے علاوہ ٹیلی ویژن،کمپیوٹر۔ای میل اور فیکس اور ریڈیو کے تمام ذرائع استعمال ہو رہے ہیں اور خدا تعالیٰ نے خلافت رابعہ کے دور میں M.T.A جیسی نعمت بھی عطا کر دی جس سے اسلامی تعلیمات کو دُنیا کے کناروں تک پہنچایا جا رہا ہے۔جس سے حضرت مسیح موعودؑ کو عطا کردہ ربّانی فرمان بڑی شان کے ساتھ جلوہ گر ہو رہا ہے

''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''

فالحمدللہ علیٰ ذالک

1940ء میں قادیان میں صرف ایک ڈاک خانہ تھا اور اُس ڈاک خانہ میں ایک سرکاری فون تھا اور تار گھر بھی ڈاک خانہ کے اندر ہی تھا۔ چونکہ ٹیلیفون لوگوں کے ہاں نہیں ہوتے تھے اس لئے پبلک (عوام الناس) تو فون نہیں کر سکتے تھے۔ اُس زمانہ میں ڈاک ٹرینوں کے ذریعہ بھجوائی جاتی تھی۔ کمیونکیشن کا ایک ذریع تار۔ ٹیلیگرام تھا (اب تو شاید ٹیلیگرام کا سلسلہ تقریباً ختم ہو چکا ہے) معمولی ٹیلیگرام ایک روپیہ میں بھجوائی جاتی تھی جس کا سلسلہ شہروں تک محدود ہوتا تھا۔ دیہات میں ٹیلیگرام بھجوانا بہت مشکل ہوتا تھا۔ ارجنٹ یا ایکسپریس ٹیلیگرام ڈبل فیس کے ساتھ بھجوائی جاتی تھی جس کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنا ایک لوکل پرائیوٹ ٹیلیفون ایکسچینج خرید کر دفتر پرائیوٹ سیکریٹری میں لگوایا ہوا تھا اُس کی 26 لائینز تھیں، اُس ایکسچینج سے حضورؓ کے اپنے دفتر صدر انجمن احمدیہ کے بعض دفاتر اور حضورؓ کی کوٹھی بیت الحمد۔ محلّہ دارالانوار میں فون لگوائے ہوئے تھے۔

قادیان میں اُبلے چنے فروخت کرنے کا ایک ایمان افروز واقعہ:

تعلیم الاسلام ہائی اسکول کی بلڈنگ کے پاس ایک بہت بڑا میدان تھا۔ جس میں بوہڑ کا ایک بہت بڑا پرانا درخت تھا اس درخت کے نیچے دوپہر کو چھٹی (RECESS) کے ٹائم میں ایک احمدی دوست (جن کا نام مجھے یاد نہیں۔ جنہیں 'ماٹا' کہا جاتا تھا۔ وہ اُبلے ہوئے چنے ایک پتہ پر ڈال کر اُس پر ہلکا نمک مرچ چھڑک کر ایک ایک پیسہ میں فروخت کیا کرتے تھے اور طالب علم بڑے شوق سے اُس وقت بھاگ بھاگ کر آتے اور وہ اُبلے چنے خرید کر کھایا کرتے تھے۔ چنے فروخت کرنے کا واقعہ اس طرح شروع ہوا کہ یہ دوست جو ماٹا کہلاتے تھے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی بیکاری کے متعلق بیان کیا۔ حضورؓ نے انکو ایک روپیہ عنایت فرمایا اور کہا کہ ایک چھابڑی خرید لو اور چنے خرید لو اور اُبال کر دوپہر کو ہائی اسکول کے میدان میں بچوں کے پاس فروخت کیا کرو۔ چنانچہ انہوں نے حضورؓ کے فرمان پر عمل کیا اور سالہا سال کاروبار کرتے رہے۔ اور اس کاروبار سے بہت فائدہ حاصل کیا۔ الحمدللہ

تعلیم الاسلام ہائی اسکول کا تعلیمی معیار بفضلہ تعالیٰ بہت اونچا تھا۔ اور پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات میں ہمارے طالبعلم بہت اعلیٰ کامیابیاں حاصل کرتے تھے۔ 1937ء تا 1939ء میں جو معزز اساتذہ ہائی اسکول میں پڑھاتے تھے۔ ان معزز اساتذہ کے اسماء گرامی (میری یادداشت کے مطابق) مندرجہ ذیل تھے:

1: مکرم محترم حضرت مولوی محمد دین صاحبؓ (صحابی حضرت مسیح موعودؑ) ہیڈ ماسٹر

2: مکرم محترم محمد ابراھیم صاحب جمونی انگلش پڑھاتے تھے

3: مکرم محترم مولوی محمد علی صاحب — اردو

4: مکرم محترم صوفی محمد ابراھیم صاحب — سائنس

5: مکرم محترم مولوی تاج دین صاحب — عربی اور فارسی

6: مکرم محترم حضرت مولوی غلام محمد صاحب — قرآن کریم

7: مکرم محترم حضرت صوفی غلام محمد صاحب — حساب

8: مکرم محترم اللہ بخش صاحب — ڈرل ماسٹر

بعض اساتذہ صاحبان اپنے شاگردوں کی تعلیمی قابلیت بہتر بنانے کیلئے اسکول ٹائم کے بعد اپنا قیمتی وقت بغیر ٹیوشن فیس کے پڑھانے میں بھی صرف کیا کرتے تھے۔ جس احسن طریقہ سے ہمارے اساتذہ صاحبان اپنے شاگردوں کی تربیت فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور انکے شاگردوں اور اساتذہ صاحبان کی اپنی نسلوں کو بھی دینی دنیاوی نعمتوں سے مالا مال کرے۔ آمین اللھم آمین

زمانہ کی نیرنگی

اُس زمانہ میں آمدنی کم ہوتی تھی اور چیزوں کے دام کم ہوتے تھے۔ اُس زمانہ کی کرنسی: سکے، پیسے، آنہ، چوّنی، اٹھنی، روپیہ

ایک روپیہ میں سولہ 16 آنے ہوتے تھے۔ ہر آنے میں چار پیسے۔ ہر پیسہ میں 3 پائی ایک سونے کا سکہ بھی ہوتا تھا جس کی قیمت 15 روپے ہوتی تھی وزن ایک تولہ

کاغذ کے کرنسی نوٹ: ایک روپیہ، 2 روپیہ، 5 روپیہ، 10 روپیہ، 100 روپیہ

ڈاک: ڈاک کیلئے کارڈ 3 پائی کا ہوتا تھا پھر قیمت بڑھتی گئی۔ لفافہ جس پر شاہی مہر ہوتی تھی اُس میں خط لکھ کر بھیجتے تھے ایک آنہ۔

اب بازار چلتے ہیں

دو من آٹے کی بوری: 5 روپے گھر تک مزدوری: 4 آنے

دودھ: 2 آنے فی سیر یا ایک روپے کا دس سیر

انڈے: ایک روپے کے آٹھ

گوشت: 2 یا 3 آنے فی سیر

چینی: ایک روپے کی 5 سیر

کپڑا کھلا: زنانہ چھینٹ 3 آنے فی گز۔ ریشمی کپڑا: 8 آنے گز۔ جاپانا کی بوسکی: 8 آنے گز۔ لٹھا 4 آنے فی گز۔ ململ 3 آنے یا 4 آنے فی گز

چمڑے کے بنے ہوئے بوٹ: مردانہ یا زنانہ گرگابی ڈیڑھ دو روپے جوڑا

سائیکل: 20 یا 30 روپے۔

مویشی: بکری یا بکرا 5 روپے۔ گائے 20 یا 30 روپے۔ بھینس 50 تا 100 روپے۔

کرائے: ایک کمرے والا مکان 8 یا 10 روپے۔ ایک دکان۔ دس روپے۔

تنخواہ: سپاہی (ملٹری) 15 روپے ماہوار وردی کھانا وغیرہ مفت۔

سپاہی (پولیس): 15-20 روپے ماہوار اور وردی

کلرک۔ ڈرائیور: 30 تا 50 روپے ماہوار

يُحيِ الّدينَ وَ يُقيم الشريعة:

حضرت مسیح موعودؑ امام مہدی اور مسیح موعودؑ کے عہدہ جلیلہ پر ابھی فائز بھی نہیں ہوئے تھے۔

اُسی زمانہ میں آپؑ اسلام کی صداقت دنیا میں پھیلانے اور غلبہء اسلام کی مہم کی کامیابی کیلئے انتہائی سوز و گداز سے دعائیں کرتے تھے۔

آپؑ نے یہ دعا حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی کو تحریر فرمائی نیز فرمایا کہ" آپ پر فرض ہے کہ انہیں الفاظ سے بلا تبدّل و تغیر بیت اللہ میں حضرت ارحم الرّحمین میں اس عاجز کی طرف سے دعا کریں۔ چنانچہ صوفی صاحب نے حسب الحکم 1302ء ہجری حج اکبر کے دن بیت اللہ میں اس دعا کو بلند آواز سے پڑھا ساتھ کی جماعت آمین کہتی گئی۔ (مرتّب)

بیت اللہ شریف میں دعا

اے ارحم الرّحمین! ایک بندہ عاجز اور ناکارہ پُر خطا اور نالائق غلام احمد جو تیری زمین مُلک ہند میں ہے اس کی یہ غرض ہے کہ اے ارحم الرّحمین تو مجھ سے راضی ہو اور میری خطایات اور گناہوں کو بخش کہ تو غفور و رحیم ہے اور مجھ سے وہ کام کرا۔ جس سے تو بہت راضی ہو جائے۔ مجھ میں اور میرے نفس میں مشرق اور مغرب کی دُوری ڈال اور میری زندگی اور میری موت اور میری ہر ایک قوت جو مجھے حاصل ہے اپنی ہی راہ میں کر اور اپنی ہی محبت میں مجھے زندہ رکھ اور اپنی ہی محبت میں مجھے مار اور اپنے ہی کامل متبعین میں مجھے اُٹھالے۔

اے ارحم الرّحمین! جس کام کی اشاعت کیلئے تو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کیلئے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے۔ اس کو اپنے ہی فضل سے انجام کو پہنچا اور اس عاجز کے ہاتھ سے حجّت اسلام مخالفین پر اور اُن سب پر جو اب تک اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پُوری کر اور اس عاجز اور اس عاجز کے تمام دوستوں اور مخلصوں اور ہم مشربوں کو مغفرت اور مہربانی کی نظر سے اپنے ظلِ حمایت میں رکھ۔ دین و دنیا میں آپ ان کا متکفل اور متولی ہو جا اور سب کو اپنی دارالرضاء میں پُہنچا اور اپنے نبی ﷺ اور اُس کی آل اور اصحاب پر زیادہ دُرود اور سلام و برکات نازل کر۔ آمین یا رب العالمین۔ (تاریخ احمدیت ؑ جلد دوم صفحہ 97)

مندرجہ بالا خط میں حضورؑ کی تحریر کے اِن الفاظ کو دوبارہ سہ بارہ پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضورؑ کو اسلام کی صداقت اور حقانیت دُنیا میں جلد پھیلانے کا کس قدر جذبہ اور ولولہ تھا:-

"اے ارحم الرّحمین! جس کام کی اشاعت کیلئے تو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کیلئے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے۔ اس کو اپنے ہی فضل سے انجام کو پُہنچا اور اس عاجز کے ہاتھ سے حجت اسلام مخالفین پر اور اُن سب پر جو اب تک اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پوری کر"۔

قادیان کی مقدس بستی کی عظمت

خدائے ذوالجلال کی شان کریمی کے جلوے
حضرت مسیح موعودؑ کا مطمح نظر

جانم فدا شود برہِ دین مصطفیٰؐ

ایں ہستِ کامِ دل اگر آید میسّرم

ترجمہ: میری جان، مصطفیٰ ﷺ کے دین کی راہ میں فدا ہو۔ یہی میرے دل کا مدّعا ہے کاش میسر آجائے۔

آپؑ کی 73 سالہ بابرکت زندگی (1835ء تا 1908ء) میں قادیان کی سر زمین نے اُس مقدس امام کے قدم چومے۔ جب آپ نے جوانی کے عالم میں قدم رکھا تو عیسائیت، آریہ سماج اور دیگر مذاہب کو اسلام کے خلاف اعتراضات اور ظالمانہ الزامات کرتے ہوئے پایا

آپ نے شب و روز" بیت الدّعا" میں خدائے قادر و توانا کی بارگاہ عالی میں سجدہ ریز ہو کر متضرعانہ دُعائیں کیں۔ اور" براہینِ احمدیہ" جیسی بے مثال کتاب لکھی اور پھر عُمر بھر اسلام کی صداقت اور حقانیت ثابت کرنے کیلئے 80 سے زائد کتابیں اُردو، عربی، فارسی تمام زبانوں میں تحریر فرمائیں جو کہ اسلام کے اوصاف اور خوبیوں کو احسن رنگ میں اُجاگر کرتی ہیں اور فرمایا:

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

خدائے ذوالجلال والاکرام قادروتوانا نے فرمایا:

''I WILL GIVE YOU A LARGE PARTY OF ISLAM''

چنانچہ یہ بابرکت الہام قادیان کی مقدس بستی نے پورا ہوتا دیکھا اور اُس کے فضلوں کی بارش نے اسلام کی صداقت اور حقانیت کو چاردانگ عالم میں روشن کردیا۔

قادیان کی عظمت اور تقدس

حضرت مسیح موعودؑ کے آباءواجداد اسلام کے سچے پیروکار تھے۔خدائی قدرت نے اُنہیں قادیان میں لاکرآباد کیا۔بڑی جاگیر کے مالک ہونے کے باوجود وہ بفضلہٖ تعالیٰ نہایت صالح بزرگ تھے جن کے خاندان میں امام الزمان مہدیؑ نے پیدا ہونا تھا پھراسی مقدس بستی سے اسلام کا نور اور اسلام کی صداقت دُنیا میں پھیلائی جانی تھی چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کے بابرکت زمانہ سے لے کر خلافت ثانیہ کے دور 1946ء تک قادیان میں جن انوار الٰہیہ اور اُس کے فضلوں کا ورود ہوا اُنکا مختصراً تذکرہ مندرجہ ذیل واقعات میں مشاہدہ کیجئے۔

حضرت امام الزمان مسیح موعودؑ اور آپ کی بابرکت اولاد اور تین خلفائے کرام کی ولادت اُسی مقدس بستی میں ہوئی:

حضرت مرزاغلام احمد مہدی موعودؑ ولادت 1835ء
حضرت مرزابشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ ولادت 12 جنوری 1889ء
حضرت مرزاناصراحمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ ولادت 16 نومبر 1909ء
حضرت مرزاطاہراحمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ ولادت 18 دسمبر 1828ء

حضرت مسیح موعودؑ کی مبشّر بابرکت اولاد:
حضرت مرزابشیرالدین محمود احمد صاحبؓ
حضرت مرزابشیراحمد صاحبؓ
حضرت مرزاشریف احمد صاحبؓ
حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ
حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ

قادیان کی عظمت اور تقدس کے چندنشان:

1: مسکن مبارک: حضرت مسیح موعودؑ جس میں ''بیت الدعا'' جیسی بابرکت جگہ ہے۔
2: مبارک مساجد: جن میں مسجد مبارک،مسجد اقصیٰ اور دیگر مساجد شامل ہیں۔
3: مینارۃ المسیح:
4: بہشتی مقبرہ:جس میں حضرت مسیح موعودؑ ،حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اور سینکڑوں احمدیوں کے مزار ہیں۔
5: مدرسہ احمدیہ\ تعلیم الاسلام ہائی اسکول

اسلام کی سربلندی کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے بابرکت دور کے بعض کارنامے۔

ضروری تاریخوں کے لحاظ سے:

1:تعمیر مسجد اقصیٰ قادیان 1875ء
2:آپؑ کا پہلا الہام مارچ 1882ء
3:تعمیر مسجد مبارک قادیان 1883ء
4:پہلی بیعت لدھیانہ 23 مارچ 1889ء
5:پہلا جلسہ سالانہ قادیان 27 دسمبر 1891ء
6:ضیاءالاسلام پرنٹنگ پریس 1895ء
7:تعلیم الاسلام اسکول کی Founding 3 جنوری 1898ء
8:رسالہ ریویو آف ریلجنز کی اشاعت جنوری 1902ء
9:سنگِ بنیاد منارۃ المسیح مارچ 1903ء
10:Inauguration تعلیم الاسلام کالج مئی 1903ء
11:Founding مدرسہ احمدیہ 1906ء
12:صدرانجمن احمدیہ کا قیام 29 جنوری 1906ء
13:وفات حضرت مسیح موعودؑ 26 مئی 1908ء اِناَّ لِلّٰہِ وَ اِناَّ اِلَیہِ رَاجِعُون o

Important بحوالہ A Brief History of A.M.I, Chapter 6)
Internet: www.ALISLAM.ORG(Dates

یا تو ہم پھرتے تھے اُن میں یا ہوا یہ انقلاب
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے قادیاں

ہم سب کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے قادیان کو ہمیشہ ہی دارالامان بنائے رکھے اور حضرت مسیح موعودؑ کو قادیان کی ترقی کے جو نظارے خدائے قادروتوانا نے دکھلائے ہیں اُسی طرح قادیان کی مقدس بستی مزید عظیم الشان ترقیات پاکر دینی دنیاوی علوم کا ایک معجزنامہ مدینۃ العلوم بنائے۔

آمین اللّٰھم آمین

(مرسلہ:مبارکہ وسیم)

سرزمینِ پاکستان کی اپنے خدا کے حضور آہ و بُکا

احمد نقاش

میں ضبط میں تھی
میرے خدایا مجھے بچا لے
کہ میرے بچے
جو میری آغوش میں پل رہے ہیں
یہ بدنصیبی سے آج اپنی ہی
ماں کی جھولی جلا رہے ہیں
میرے خدایا یہ سادگی میں
خود اپنی ہی گندگی کو
خود اپنے ہاتھوں سے اپنے منہ میں
چبا رہے ہیں
میرے خدایا، میں کیسے خاموش بیٹھ جاؤں
کہ چند میرے خبیث بیٹے
خباثتوں کی حدوں سے آگے
نکل چکے ہیں
اور اپنے جیسے ہی پیٹ بھائیوں
کے کئی کلیجے نگل چکے ہیں
اور اب تو اپنی عظیم ماؤں
کے سر سے چادر ہٹا رہے ہیں

میرے خدایا میں کیسے خاموش بیٹھ جاؤں
میں اپنے بچوں کو گُر وفا کے
تو دودھ میں ہی پلا چکی تھی
اور ان کو گُھٹی میں سبق سارے
محبتوں کے پڑھا چکی تھی
تمام رشتوں کی لاج رکھنے کا
ڈھنگ ان کو سکھا چکی تھی
مگر یہ غفلت کے گُھپ اندھیروں میں
ضمیر اپنا گنوا رہے ہیں
اور اپنے ہونے کا حرفِ آخر
خود اپنے ہاتھوں مٹا رہے ہیں
میرے خدایا میں کیسے خاموش بیٹھ جاؤں
میں کیسے معصوم عصمتوں کو اجڑتے دیکھوں
میں کیسے مظلوم بے کسوں کو سسکتے دیکھوں
میں کیسے دیکھوں منافقت کی یہ حکمرانی
میں کیسے دیکھوں یہ دندناتی ہوئی بے ایمانی
ہوا کے دوشوں پر بیٹھے شیطاں کو کیسے دیکھوں
گناہ کی زنجیر میں جکڑے انساں کو کیسے دیکھوں

میرے خدایا میں کیسے خاموش بیٹھ جاؤں
میں ان کی ماں ہوں
میں ان کی ماں ہوں
میں پاک لوگوں کی پاک دھرتی
اداس لوگوں کی سرزمیں ہوں
میرے خدایا میں ضبط میں تھی کہ میرے بچے
کبھی تو گھر کو سنبھال لیں گے
یہ کب سوچا تھا میرے پیاروں کو
میرے گھر سے نکال دیں گے
اور اپنی حرمت کی پگ سر سے اتار دیں گے
میرے خدایا۔ بس اب تو حد ہے
کہ اس سے پہلے کہ۔۔۔ میری ہمت لہو کے ساگر میں
ڈوب جائے
یا اس سے پہلے کہ۔۔۔ تیرا کلمہ بزورِ شمشیر مٹایا جائے
یا اس سے پہلے کہ۔۔۔ دیں کے گنبد پہ رنگِ شیطاں
چڑھایا جائے
یا اس سے پہلے کہ۔۔۔ میرے اوپر فلک کا ٹکڑا گرایا جائے
میرے خدایا۔ مرے وطن کو پلید لوگوں سے پاک کر دے
سمیت ان کی شرارتوں کے فقط ان کو ہلاک کر دے
تا میں بھی اپنے چمن میں پھر سے
گئے دنوں کی بہار دیکھوں

خلافت ایک بندھن ہے

عارفہ حلیم

نئے دن کا نیا سورج یہی پیغام لایا ہے
خلیفہء وقت کو لے کر مبارک وقت آیا ہے
شکاگو کی زمیں پر اک حسیں سا چاند اُترا ہے
ستاروں کے جلو میں وہ مہماں اک شان لایا ہے
زہے قسمت وہ آئے ہیں نیا احساس لائے ہیں
محبت کا خزینہ ایک اُن کے ساتھ آیا ہے
نگاہیں منتظر تھیں اور تھی یہ آرزو اُن کی
ہمارا پاسباں آئے جسے دل میں بسایا ہے
فلک بیتاب جھکنے کو زمیں بیتاب ملنے کو
قدم بوسی کو حاضر ہے ہوا، پیغام آیا ہے
خلافت ایک بندھن ہے وفا کی پاسداری کا
فلاحِ قوم ہے اس میں یہ ہم نے راز پایا ہے
محبت ہے خدا تو پھر محبت کی قسم لے لیں
خلافت سے چمٹ جانا محبت نے سکھایا ہے
رسول پاکؐ کی رحمت مسیحِ پاک کی الفت
بہت قربت ہے دونوں میں صحیفوں نے بتایا ہے
دعائیں دے رہے ہیں عارفہ قلب ونظر اس کو
خِرد کو دینداری کا سبق جس نے سکھایا ہے

واشنگٹن امریکہ میں Capital Hill میں

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے لیکچر کا آنکھوں دیکھا حال

حضرت مسیح موعودؑ کے ایک الہام 'نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ' کا شاندار ظہور

عبدالربّ انور محمود خان ابن مولانا عبدالمالک خان مرحوم۔امریکہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دوسرے انبیاء پر مجھے چھ باتوں میں فضیلت حاصل ہے۔ چنانچہ ان میں سے دوسرے نمبر پر آپؐ نے جس بات کا ذکر فرمایا وہ یہ تھی کہ 'نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ' رعب سے میری مدد کی گئی ہے (صحیح مسلم۔ کتاب المساجد)

آنحضرت ﷺ کو رعب کے ساتھ نصرت عطا کئے جانے کا یہ امتیازی نشان اس زمانہ میں آپؐ کے غلام کامل اور عاشق صادق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو بھی خاص طور پر عطا ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک الہام دو مرتبہ کسی قدر مختلف الفاظ میں 1883ء میں اور 1906ء میں ہوا۔ ان الفاظ میں مرکزی مضمون ان الفاظ میں نازل ہوا:

1883ء: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحْیِیْتَ بِالصِّدْقِ اَیُّھَاالصِّدِّیْقُ۔ نُصِرْتَ وَقَالُوْا لَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ

(تذکرہ، اردو ایڈیشن چہارم 2002ء صفحہ 53)

ترجمہ: "تُو رعب کے ساتھ مدد کیا گیا اور صدق کے ساتھ زندہ کیا گیا اے صدیق۔ تُو مدد کیا گیا اور مخالفوں نے کہا کہ اب گریز کی جگہ نہیں۔"

4 ستمبر 1906ء: نُصِرْتَ بِالرُّعْبِ وَقَالُوْا لَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ

ترجمہ: "رعب کے ساتھ تیری نصرت کی گئی اور مخالفوں نے کہا اب کوئی جائے پناہ نہیں"

"تُو رعب کے ساتھ مدد کیا گیا" کا ظہور متعدد بار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اور خلفائے احمدیت کی زندگی میں احمدیوں نے بچشم خود ملاحظہ کیا ہے۔ اس قسم کا نشان امریکہ کی سرزمین میں بھی متعدد بار ظہور میں آچکا ہے۔ لیکن اس کا ایک عجیب اظہار 27 جون 2012ء کو عمل میں آیا جب ہمارے پیارے آقا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کانگریس کی بلڈنگ Capital Hill میں تشریف لائے اور پہلی مرتبہ مملکت امریکہ کے قانون ساز ادارے کے کئی ارکان کے سامنے قرآن کریم کی تعلیم انصاف کے ذریعہ امن عالم کے قیام پر بصیرت افروز روشنی ڈالی۔

آیئے اب نصرت الٰہی کے زندہ و جاوید نظارے کا مشاہدہ کریں۔

☆......جب حضور ایدہ اللہ اپنے چالیس خدام کے ہمراہ Rayburn Building میں داخل ہوئے اور security سے گزر کر Corridor میں تشریف لائے تو اس نصرت کا پہلا نظارہ اس وقت دیکھنے میں آیا جب وہاں اپنے مشاغل میں مصروف پبلک حضور کو دیکھ کر دورویہ قطار میں کھڑی ہوگئی جیسا کہ وہ حضور کے استقبال کے لئے ہی جمع ہوئے ہوں۔ اور ہر کیمرے نے حضور کی جانب رُخ کر کے حضور کی پُرکشش شخصیت کو اپنے کیمرے میں محفوظ کیا۔ ان میں سے کسی کو یہ علم نہ تھا کہ یہ کون صاحب ہیں اور کیوں یہاں آئے ہیں۔

☆......اس نصرت کی دوسری جھلک اس وقت نظر آئی جب حضور اقدس ایدہ اللہ Gold Room میں داخل ہوئے (جہاں 140 کے قریب کانگریس کے ممبران، وزراء مختلف ممالک کے سفراء و مندوبین اور پریس نمائندگان جمع تھے) سب کے سب یک لخت کھڑے ہوگئے اور تالیوں کی گونج میں حضور کا خیر مقدم کیا۔

☆......ایک اَور کانگریس مَین نے حضور ایدہ اللہ کی خدمت میں ایک تہنیت نامہ پیش کیا جس پر 22 کانگریس ممبرز کے دستخط ثبت تھے۔ اس میں حضور ایدہ اللہ کی تمام دنیا میں انسانی

بہبود کے لئے خدمات پرحرف ستائش رقم تھے۔

☆......اس موقع پر ایک مقررہ مکرمہ ڈاکٹر Katrina Lantos Swett صاحبہ (سربراہ امریکی کمیشن برائے عالمگیر مذہبی آزادی) نے حاضرین کے سامنے دنیا بھر میں احمدیوں پر ہونے والے مظالم اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی امن عالم کے قیام کے لئے عالمگیر کاوشوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

" I have to say that there is a particular sense of blessing that seems to rest on this brimming room today, and I am sure that it is due in part to the wonderful spirit of goodwill, the warm hearts and a sense of optimism and love of participants, but your Holiness, it is undoubtedly a reflection of the blessings that you bring to this capital, so we are so honored and so grateful for you being here today."

" میرا دل پکار رہا ہے کہ آج مختلف لوگوں سے بھرا ہوا یہ کمرہ خاص الخاص برکات سے معمور ہے۔ کسی حدتک اس کا سبب یہاں پر جمع ہونے والے افراد کے پیار، بہتر مستقبل کی امید، قلوب کی گرمجوشی اور بھلائی کے جذبات بھی ہیں۔لیکن اے مقدس ہستی! لاریب یہ ساری برکات اس نور سے پھوٹ رہی ہیں جو آپ کے وجود مسعود سے عبارت ہے۔ بلاشبہ آپ کی آج یہاں آمد ہم سب کے لئے باعث صد افتخار ہے اور ہم سب آپ کے انتہائی حدتک تہہ دل سے ممنون ہیں۔"

☆......محترمہ Nancy Pelosi نے جو کہ Demoratic House کی سربراہ ہیں حضور ایدہ اللہ کو خراج تحسین پیش کیا جس میں کہا گیا تھا کہ اگرچہ مرزا مسرور احمد صاحب نے بطور ٹیچر اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا لیکن اپنے مضبوط اصولوں پر بڑی مستعدی سے قائم رہے اور عوام الناس کی بہبود میں انہیں ستایا گیا، گالیاں دی گئیں، جیل بھیجا گیا، ملک بدر کیا گیا مگر ان تمام تکالیف نے ایک لحظہ بھی آپ کے قدم استقلال میں جنبش نہ ہونے دی اور آپ نے کسی کا جواب انتہا پسندی یا شدت سے نہیں دیا بلکہ اپنے اصولوں پر قائم رہے اور آج وہ 175 ملین لوگوں کے سربراہ ہیں اور ان کا ایک ہی اصول ہے" محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں"

☆......اس کے بعد حضور ایدہ اللہ اپنے لیکچر کے لئے تشریف لائے تو ایک مرتبہ پھر جملہ حاضرین بیک وقت حضور کے استقبال کے لئے ایستادہ ہوگئے اور پھر ایک مرتبہ یہ الہام "نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ" عالم شہود میں کارفرما ہوا۔

☆...... حضور ایدہ اللہ نے اپنے خطاب میں عالمی امن کے قیام کیلئے انصاف پرزور دیا اور اس پہلو سے اسلامی تعلیمات اور قرآنی معارف بیان فرمائے اور وہ جملہ اقدام بیان کئے جن کی نشاندہی قرآن کریم نے بڑی صراحت سے کی ہے۔تمام حاضرین اس دلکش خطاب کو بڑے غور اور توجہ سے سنتے رہے اور متعدد لوگوں نے اس کو قلمبند کیا۔

☆......جب حضور کا خطاب ختم ہوا تو تیسری مرتبہ پھر تمام حاضرین نے ایستادہ ہوکر تالیوں کی گونج میں حضور کو خراج تحسین پیش کیا۔

☆......یہ وہ قانون ساز افراد ہیں جو صدر مملکت کے لئے بھی Standing Ovation نہیں دیتے یا شاذونادر ہی ایسا کرتے ہیں۔

یقیناً الٰہی تحریک ان کے قلوب کو مسخر کر رہی تھی۔ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی برقی قوت ہے جو اس نورانی رعب کے زیر اثر ہے اور بے خودی سے ان جذبات کا اظہار کر رہی ہے ؎

کس طرح کروں احوال مَیں اس کا بیاں ہے قلم ساکت سکونِ قلب ہے سیماب وار

☆...... اس کے بعد حضور کو Capital Hill کا Tour کرایا گیا اور آخر میں حضور کانگریس کے ہال کی گیلری میں تشریف لائے جہاں کانگریس کی کارروائی جاری تھی۔چند منٹ کے بعد کانگریس کے Podium پر ایک کانگریس مَین آئے اور باضابطہ کانگریس کی جانب سے حضور ایدہ اللہ کا تعارف کرایا اور اشارہ سے گیلری میں حضور ایدہ اللہ کی جانب سب حاضرین کی توجہ کرائی اور باقاعدہ کانگریس کی کارروائی کے رجسٹر میں خیر مقدم اور تعارف ریکارڈ کرایا۔اس دوران حضور ایدہ اللہ کے ہمراہ مکرم امجد محمود خان بیٹھے تھے جو کہ محترم مولانا عبدالمالک خان مرحوم کے پوتے ہیں اور وہ حضور کو کانگریس کی کارروائی کی بریفنگ کرتے رہے۔اور اس طور پر انہوں نے اپنے پڑدادا حضرت مولانا ذوالفقار علی خان گوہر کی یاد دلائی جو ویمبلے کانفرنس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے لئے بریفنگ کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔الحمدللہ

☆...... اس تقریب کے اختتام پر جب خاکسار سیڑھیاں اتر رہا تھا تو کانگریس کے ایک نمائندہ نے کہا کہ حضور کا ایڈریس "Pure Gospel" تھا۔جب مَیں نے یہ الفاظ سنے تو میرا دماغ 1896ء کی تاریخ میں ڈوب گیا جب اسلامی اصول کی فلاسفی کے لیکچر کے بعد جو تبصرے شائع ہوئے تھے ان میں ایک تبصرہ Spiritual Journal Boston نے لکھا اور وہ یہی دو الفاظ تھے 'Pure Gospel'۔جب خاکسار نے اس پر مزید غور کیا تو بالبداہت یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ فلاسفی کے اس لیکچر اور حضور ایدہ اللہ کے اس

خطاب میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ ہر دو لیکچرز میں صرف اور صرف اسلام کی خوبیاں اور حسین تعلیمات پیش کی گئی ہیں اور کسی مذہب پر کوئی اعتراض یا اس کا کوئی ذکر نہیں۔

☆......کانگریس کے ایک اور نمائندہ سینٹر Casey نے کہا:

''مَیں نے کوئی مسلمان لیڈر نہیں دیکھا جو اس قدر Humble ہو اور بیان میں اتنا Masterful''۔

☆......حاضرین کے ایک اور فرد نے کہا کہ: کانگریس کو اس کی شدید ضرورت تھی۔

☆......Nancy Pelosi بجائے اسٹیج پر بیٹھنے کے حاضرین میں بیٹھ گئیں تا کہ وہ براہِ راست حضور انور کو دیکھ سکیں اور آپ کے خطاب سے لطف اندوز ہوسکیں۔ اس ہال میں ایسی کشش اور برقی روتھی جو کہ حضرت مصلح موعودؓ کی اس دعا کا ثمر تھی

ہر گام پر فرشتوں کا لشکر ہو ساتھ ساتھ
ہر ملک میں تمہاری حفاظت خدا کرے

صاحب بصیرت حضرات نے اس غیر معمولی کشش اور رعب کا اثر جو حضور ایدہ اللہ کے مبارک وجود سے چھلک رہا تھا اپنے وجودوں پر محسوس کیا اور وہ ان کو بار بار مجبور کر رہا تھا کہ وہ آپ کے لئے ہر طریقہ سے استقبال اور تکریم کے جذبات پیش کریں۔ کمرہ کے کونے کونے سے یہ صدا آرہی تھی:

''نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ۔ اِنِّیْ مَعَکَ یَامَسْرُوْر۔

الغرض اس تقریب میں زمانے نے دو عظیم الشان الہامات اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کئے۔

اِنِّیْ مَعَکَ یَامَسْرُوْر

اور

''نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ''۔

خاکسار نے حضور ایدہ اللہ سے اس کا تذکرہ کیا تو حضور نے فرمایا کہ آج صبح جب مَیں Capital Hill جانے کی تیاری میں مصروف تھا تو میری توجہ اس الہام کی طرف ہوئی تو مَیں نے دعا کی کہ خدایا! یہ الہام میرے حق میں بھی پورا فرما دے۔ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعا قبول فرمائی اور نہ صرف کیپٹل ہل کے Gold Room میں موجود افراد نے بلکہ ایم ٹی اے کے ذریعہ ساری دنیا نے اس پُر شوکت نظارہ کو دیکھا اور اس کی صداقت پر گواہ بن گئی۔ فالحمد للہ ربّ العالمین۔

نظم

خواجہ عبدالمومن، اوسلو ناروے

ہر طرف سے اُڑ کے پہنچے احمدی دیوانہ وار
برکتیں جلسہ کی پائی ہیں انہوں نے بے شمار

اَسّی ملکوں سے ہزاروں احمدی آئے وہاں
ہو رہے تھے سب خلافت پر دل و جاں سے نثار

کارکن جلسہ کے خدمت کر رہے تھے ہر گھڑی
میز بانی کر رہے تھے ہر گھڑی لیل و نہار

پیارے آقا کی نصائح میں عجب تاثیر تھی
دُھل گیا زنگ اور جو بھی دل پہ تھا کوئی غبار

میرے آقا نے دیا مجھ کو محبت سے قلم
اُن کی شفقت سے مرا دل ہوگیا باغ و بہار

قائم رکھ ہم میں خلافت میرے مولا تا ابد
ہم سدا پاتے رہیں اپنے خلیفہ کا پیار

''اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے''
پاؤ گے مہدی کے گلشن میں ہی اب دل کا قرار

آؤ لوگو تم بھی دیکھو احمدیت کے نشاں
مان لو تم بھی مسیحا کو بنو طاعت گزار

شکر کرتا ہے یہ مومن اپنے ربّ کا بار بار
ہم نے باغِ مہدی میں کھائے ہیں جلسہ کے ثمار

ذرا عمرِ رفتہ کو آواز دے۔۔۔

میری زندگی کے چند واقعات

حمیدہ وہاب خان۔ سلی کون ویلی، کیلیفورنیا

حضرت حکیم فضل الرحمٰن سابق مبلغ افریقہ (وفات 1955) میرے سُسر تھے۔ عبدالوہاب خان جوائنٹ ڈائریکٹر لیبر پنجاب (وفات 1992) میرے شوہر تھے۔ میرے پاس یادیں ہیں جو میں اپنی جماعت کے ساتھ شئیر کرنا چاہتی ہوں۔

اِس میں کوئی شک نہیں جب بھی جماعت احمدیہ کے خلاف کوئی فتنہ اٹھا اللہ تعالیٰ کا تائیدی ہاتھ ہم نے اپنے اوپر محسوس کیا۔ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد سب سے پہلا فساد 1953 میں ہمارے خلاف ہوا۔ جسٹس محمد منیر کو حکومت پاکستان کی طرف سے انکوئری رپورٹ تیار کرنے کو کہا گیا۔ سچ ہے کہ رپورٹ ہمارے حق میں تھی اور یہ تائید الٰہی بھی تھی اور اللہ کی طرف سے نصرت کا نشان بھی۔ لیکن میرے خیال میں اِس میں کچھ حصہ میرے ابا جی (ظفر الحق خان ڈپٹی کمشنر، وفات 1956) اور امی جی افتخار اختر بیگم بی اے (وفات 1958) کا بھی تھا۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ جسٹس محمد منیر کی اہلیہ سعیدہ بیگم میری امی جی کی حقیقی ماموں زاد بہن تھی۔ دونوں ہم عمر اور دونوں میں دوستی تھی۔ جسٹس منیر اور ابا جی کا شمار ہمارے خاندان کے زیادہ پڑھے لکھے افراد میں ہوتا تھا۔ دونوں نہایت اعلیٰ درجے کے علم دوست تھے۔ پاکستان کے قیام سے پہلے جب بھی ملاقات ہوتی تو ادبی اور عملی بحث ہوتی رہتی۔ لیکن پاکستان بننے کے بعد ہر ملاقات میں وہ احمدیت کے موضع کو خود شروع کر دیتے۔ ہمارے عقیدے کے متعلق سوال جواب کرتے رہتے۔ چھوٹی چھوٹی باتیں کرتے۔ میں جو واقعہ سنانے جارہی ہوں اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ 1950 کی ستمبر کا دوسرا ہفتہ تھا۔ دریائے راوی میں شدید سیلاب کا ریلا آیا۔ ہم تو گجرات آگئے لیکن سامان کا ٹرک راوی کے اُس پار کھڑا رہ گیا۔ لاہور زمینی راستہ سے باقی ملک سے کٹ کر رہ گیا۔ جسٹس محمد منیر اپنی اہلیہ کے ہمراہ مری سے اپنی چھٹیاں گزار کر لاہور واپس جا رہے تھے۔ جب گجرات پہنچے تو اچانک سیلاب آنے کا سنا تو سول ریسٹ ہاؤس جانے لگے۔ اتنے میں انہیں معلوم ہوا کہ اِن دِنوں ابا جی گجرات کے ڈپٹی کمشنر ہیں تو ریسٹ ہاؤس جانے کی بجائے ہمارے گھر آ گئے۔ گھر آنے کے بعد گھر کے آفس روم سے لاہور فون کر کے بتایا کہ وہ کہاں ہیں اور ایمرجنسی میں انہیں کہاں فون کیا جائے اور اگلے دن شام کو چھوٹا جہاز گجرات منگوانے کا کہہ دیا جو اُن کو واپس لاہور لے کر جائے۔

رات کے کھانے کے بعد ڈرائنگ روم میں گپ شپ کے لئے اکٹھے ہوئے۔ میں ذرا ہٹ کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ میری عمر اُس وقت ساڑھے چودہ برس تھی اور میں نے اُسی سال لاہور سے میٹرک کیا تھا۔ حسبِ معمول احمدیت کا ٹاپک چھڑ چکا تھا۔ جسٹس محمد منیر کہنے لگے کہ حکومت کے اونچے ایوانوں میں آپ کی جماعت احمدیہ کے خلاف میں خطرے کی گھنٹیاں سن رہا ہوں (ذرا سوچیں یہ واقعہ 1950 کا ہے اور فسادات 1953 میں ہوئے) آپ مجھے زیادہ سے زیادہ اپنے عقیدے اور تعلیمات کے بارے میں بتائیں ابا جی بتاتے جاتے وہ ٹھہرتے تو امی جی بتانا شروع کر دیتیں۔ جسٹس محمد منیر بہت توجہ اور بردباری سے سب کچھ سنتے جاتے۔ حضرت مسیح الموعودؑ کو لہجہ میں عزت احترام لا کر بڑے مرزا صاحب کہتے اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ کو چھوٹے مرزا صاحب کہہ کر سوال جواب کرتے۔ باتوں باتوں میں کہنے لگے آپ کو تو علم ہے کہ مجھے اردو پڑھنی بھی مشکل لگتی ہے اور سمجھنی بھی اگر آپ کے پاس اپنی تعلیمات کی انگریزی میں لکھی ہوئی کتاب ہو تو دیں۔ ابا جی نے بتایا کہ میرا سامان راوی کے اُس پار اٹکا ہوا ہے جن میں انگریزی میں لکھی ہوئی کتب بھی ہیں میں فون پر آپ کو آگاہ کرتا رہوں گا۔ اِس وقت میرے پاس صرف ایک انگریزی میں لکھی ہوئی کتاب ہے وہ آپ دیکھ لیں۔ یہ کہہ کر ابا جی نے مولوی محمد علی کی کتاب "Religion of Islam" اُن کو دی اور کہا کہ اس کتاب میں ساری تعلیم حضرت مسیح موعودؑ کی دی ہوئی لکھی ہے۔ وہ کتاب اُن کو اتنی زیادہ پسند آئی کہ ورق گردانی کرنے کے بعد جیب سے پاکٹ بک نکال کر اُس کا نام، قیمت 30 روپے اور دارالاشاعت سب نوٹ کر کے لے گئے کہ لاہور جاتے ہی وہ اِس کتاب کو خریدیں گے۔ ابا جی نے بہت کہا آپ یہ کتاب لے جائیں لیکن وہ نہیں مانے۔ میں سوچتی ہوں وہ بھی کیا زمانہ تھا کہ انگریزی زبان میں ہمارے پاس وہ لٹریچر نہ تھا جواب ماشاءاللہ ہے الحمدللہ۔ اگلے دن شام کو وہ بمعہ اپنی بیگم کے چھوٹے جہاز میں لاہور روانہ ہو گئے اور جاتے جاتے کہہ گئے کہ اگر خدا نہ کرے کوئی فتنہ ہو تو رپورٹ تو مجھے ہی تیار کرنی پڑے گی۔

اُن دِنوں ملک کے وزیر اعظم لیاقت علی خان پنجاب کے دورے پر آئے تو گجرات بھی آئے۔ ابا جی کو کہنے لگے میں نے سُنا ہے رات کے وقت قادیانی آپ کے پاس اپنا کام کروانے اور سفارش لے کر آتے ہیں۔ ابا جی نے جواب دیا کہ اگر کس کو جائز کام ہے تو وہ دِن کو بھی آ سکتا ہے۔ اُس وقت گورنر پنجاب سردار عبدالربّ نشتر بھی جب آتے تو اِسی طرح چبھتے سوال و جواب کرتے۔ انہی دِنوں مسلم لیگ گجرات میں ہار گئی۔ نوائے وقت اخبار نے اپنے اداریئے میں لکھ دیا کہ پنجاب کے کُل 16 اضلاع ہیں جن میں دو قادیانی ڈپٹی کمشنر لگائے ہوئے ہیں۔ صاحبزادہ ایم ایم احمد صاحب اُن دِنوں مظفر گڑھ کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ وہ سنڑ میں چلے گئے اور ابا جی کو اے ڈی ایم بنا کر کیمبلپور جواب اٹک کہلاتا ہے وہاں بھجوا دیا۔ نواب ممتاز محمد دولتانہ پنجاب کا وزیر اعلیٰ تھا۔ اُس کی نا اہلی اور غلط پالیسیوں کی وجہ سے پنجاب میں گندم کی شدید قلت پیدا ہوگئی۔ اُس نے عوام کا دھیان اور طرف لگانے کو ہماری جماعت کے خلاف فتنہ کو ہوا دی۔ جب ابا جی جسٹس محمد منیر کی انکوائری رپورٹ کی سرکاری کاپی اپنے آفس سے گھر لائے تو میں نے عادتاً اُس کو بار بار پڑھا۔ شروع کے زیادہ صفحات تو اِسی بات پر تھے کہ اسلام کے کسی مسلک کا باقی مسلک صحیح نہیں مانتے مثالیں دے دے کر واضح کیا تھا اور آخر میں یہی فیصلہ دیا کہ اسلام میں صرف کلمہ طیبہ پڑھنا مسلمان ہونے کی شرط ہے۔

کچھ عرصہ کے بعد اُن (جسٹس محمد منیر) کی ابا جی اور امی جی سے لاہور میں ملاقات ہوئی تو کہنے لگے کہ یہ نہ سمجھنا کہ یہ فتنہ ہمیشہ کے لئے دب گیا ہے۔ خدا نہ کرے یہ پھر دس سال بعد اُٹھے گا۔ لیکن یہاں وہ غلطی کھا گئے دس سال نہیں بلکہ بیس سال بعد فسادات ہوئے۔

16 اکتوبر 1951 کو ہم اے ڈی ایم کے لئے بنی ہوئی وسیع عریض کوٹھی میں رہائش پذیر تھے۔ اٹک سرحد اور پنجاب کے سنگم پر واقع ایک چھاؤنی اور چھوٹا شہر ہے۔ ہمارا گھر شہر سے کافی فاصلے پر افسروں کے لئے بنی ہوئی کوٹھیوں میں گھرا ہوا تھا۔ ایک طرف ذرا اونچائی پر سول سرجن کا بنگلہ تھا جس میں لاہوری جماعت کے ڈاکٹر عطاء اللہ رہتے تھے اور اُن کی بیٹی ہم دونوں بہنوں کے ساتھ کالج جاتی تھی۔ اُس کے آگے اٹک کی مشہور زمانہ جیل کی اونچی اونچی دیواریں شروع ہو جاتی تھیں اور آگے سنسان راستے تھے۔ دوسری طرف اٹک سول ریسٹ ہاؤس ہمارے گھر کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔ درمیان میں صرف چھوٹے چھوٹے پتھروں کی حد بندی تھی۔ تمام زمین بھی سرکاری تھی اور بنگلے بھی سرکاری تھے اِس لئے تمام کوٹھیوں میں حد بندی نہ ہونے کے برابر تھی۔ یہ واقعہ 16 اکتوبر 1951 کا ہے (اب سے تقریباً 61 برس پہلے) اب کا تو پتہ نہیں اُس زمانہ میں وہ علاقہ بہت سنسان تھا۔ ریسٹ ہاؤس کے ساتھ سے ایک پتلی سی سڑک چھاؤنی کے درمیان سے گزرتی ہوئی ایک گاؤں کو چلی جاتی تھی۔ گھر کی عمارت سے آگے بجری بچھی ہوئی چوڑی سی روش تھی جس پر شام کو ہماری فیملی اکٹھی بیٹھتی تھی۔ 16 اکتوبر بھی ایک ایسا ہی دن تھا۔ درمیان میں ایک میز پر بڑا سا ریڈیو چل رہا تھا۔ شام کے 5/6 تھے۔ بار بار ہم گردن کو ذرا بائیں طرف موڑ کر ریسٹ ہاؤس کا جائزہ لے لیتے جہاں پر قریب ہی دو رویہ قطار پر تازہ تازہ چونا بار بار ڈال کر فائنل ریہرسل ہو رہی تھی۔ اونچے اونچے شملوں والی پگڑیاں زمینداروں کے سروں پر سجی ہوئی تھی۔ اُس علاقے کے لوگوں کے قد بھی عام طور پر اونچے ہوتے ہیں۔ ایک زمیندار افسر بن کر باری باری وڈیروں سے مصافحہ کرتا۔ راولپنڈی کے جلسہ سے تقریر کر کے لیاقت علی خان نے سیدھا اِس ریسٹ ہاؤس میں آنا تھا۔ تمام تیاریاں مکمل تھیں۔ یہ بھی سنا تھا کہ کسی خاص پالیسی کا اعلان وزیر اعظم نے کرنا تھا کہ اچانک ریڈیو میں گولیاں چلنے اور بھگدڑ مچنے کی آوازیں آنے لگیں۔ پھر اعلان ہوا کہ وزیر اعظم گولیاں لگنے سے وفات پا گئے۔ ریڈیو بند کر کے ابا جی نے بلند آواز سے کہا'' آج اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت کو بہت بڑے فتنہ سے بچا لیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا ہمارے اوپر بڑا احسان ہے''۔

سید اکبر جو افغانستان سے آیا تھا۔ اُس نے راولپنڈی کے ہوٹل میں قیام کیا ہوا تھا۔ وہ اسٹیج کے سامنے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے وزیر اعظم پر گولیاں چلائیں اور جب وہ کامیاب ہو گیا تو اسٹیج کے نیچے بیٹھے ایک پولیس والے نے گولیاں مار کر سید اکبر کو موقع پر ہی مار دیا۔ میں بہت دِنوں تک دہشت زدہ رہی جب بھی ریسٹ ہاؤس کی طرف نظر جاتی۔ ہمارے گھر اور ریسٹ ہاؤس کے درمیان باونڈری پر 4 یا 5 سفیدے کے درخت بھی تھے جو کسی مجرم کے لئے safe haven بھی ہو سکتے تھے۔ جسٹس محمد منیر کی اِس واقعہ پر لکھی ہوئی رپورٹ کی سرکاری کاپی ابا جی اپنے آفس سے گھر لے کر آئے تو میں نے غور سے اُسے پڑھا ہر پہلو پر غور کیا گیا تھا۔ سیاست کے داؤ پیچ پر بھی بحث تھی اور خارجہ پالیسی کے زیر و بم پر بھی روشنی ڈالی ہوئی تھی جو میری سمجھ میں اُس وقت نہ آئی۔ یہ امکان بھی ظاہر کیا گیا کہ بیگم لیاقت علی خان پردہ نہیں کرتی تھیں لیکن اِس وجہ کو بھی تسلیم نہ کیا گیا کہ سید اکبر کی اپنی بیوی بھی پردہ نہیں کرتی تھیں غرض یہ کہ رپورٹ میں کوئی حتمی نتیجہ نہیں تھا۔

اب کچھ باتیں سنی سنائی بھی ہو جائیں۔ 1924 میں جب مسجد فضل لندن کی بنیاد رکھوی گئی تو حکیم فضل الرحمٰن صاحب مبلغ افریقہ (جو بعد میں میرے سسر بنے) بھی افریقہ سے آئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ خود تشریف لائے ہوئے تھے۔ میرے ابا جی اُس وقت وہاں طالب علم تھے وہ بھی اِس تقریب میں شامل تھے۔ میرے پھوپھا غلام فرید صاحب

مفسر قرآن بھی جرمنی سے آئے تھے۔ ملک صلاح الدین صاحب نے ملک غلام فرید صاحب کی سوانح حیات میں تفصیل سے یہ واقع لکھا ہوا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ طالب علم ظفر الحق خان نے پانچ پونڈ چندہ بھی دیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ ایک میرے والد تھے اور دوسرے میرے سسر بنے۔ 1928 میں جلسہ سالانہ کے تیسرے دن ابا جی اور امی جی کا نکاح قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ نے پڑھایا اور امی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمہیں جماعت احمدیہ میں ہمیشہ یہ امتیاز حاصل رہے گا کہ میں نے اتنی پڑھی لکھی پہلی احمدی لڑکی کا خود نکاح پڑھایا ہے۔ امی جی نے لاہور کالج فور وومن کے سب سے پہلے Batch سے ایف اے کیا تھا۔ اُس وقت کالج کی بلڈنگ ہال روڈ لاہور پر ہوا کرتی تھی۔ کالج کی انگریز پرنسپل نے فوٹو گرافر کو بلایا کہ یادگار کے طور پر سب سے پہلے batch کی گروپ فوٹو بنائے تاکہ کالج کے ہال میں لٹکا دی جائے۔ امی جی گروپ سے باہر نکل کر کھڑی ہوگئیں تو پرنسپل نے وجہ پوچھی۔ امی جی نے بتادیا کہ میرے روحانی امام نے ایسی فوٹو اتروانے سے منع فرمایا ہے جس پر غیر مردوں کی نظر پڑنے کا احتمال ہو۔ باقی لڑکیوں نے بتایا کہ ہمارا خیال تھا کہ پرنسپل خفا ہوگی لیکن پرنسپل تو خوش ہو کر تعریف کر رہی تھی کہ امام کی غیر موجودگی میں اتنی فرمانبرداری قابلِ تعریف ہے۔

اب کچھ ذکر میری خوش دامن ثریا بیگم کا جنہیں ہم امی جان کہتے تھے۔ اُن کی وفات 1996 میں ہوئی۔ اُنہوں نے ایک لمبا عرصہ اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں صبر اور استقلال سے گزارا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تقریر کی cassett میں جو اُنہوں نے جلسہ سالانہ پر خواتین میں کی سب سے پہلے امی جی کا ذکر نہایت تفصیل سے کیا ہے۔ جب حکیم فضل الرحمٰن صاحب افریقہ گئے تو ان کے بال سیاہ تھے اور جب وہ واپس آئے تو بال سفید ہو چکے تھے۔ جب میرے والد میاں عبدالوہاب خان سوا ماہ کے تھے تو حکیم صاحب افریقہ گئے اور جنوری 1948 کو واپس آئے۔ لاہور اسٹیشن پر جماعت کے احباب اُن کا خیر مقدم کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ جسٹس شیخ بشیر احمد صاحب جج لاہور ہائی کورٹ بھی تھے۔ اُنہوں نے باپ بیٹوں کا ملاپ دیکھ کر کہا لوگوں کے گھر بیٹے پیدا ہوتے ہیں آج بیٹوں کے ہاں باپ پیدا ہوا ہے۔

اب اپنے بزرگوں کا ذکر خیر ختم کرتی ہوں۔ میری عمر کی نقدی بھی ختم ہونے کو ہے اگر اللہ تعالیٰ نے اس کشکول میں چند سکے ڈال دیئے تو پھر حاضر ہو جاؤں گی۔

(ٹائپنگ: شازیہ سعید)

نعت

فہمیدہ منیر

خدا کے پیار کی حسین داستان تیرے لیے
تیرے لیے ہے یہ زمین آسمان ترے لیے
میری بساط کیا کہ آج ایک نعت کہہ سکوں؟
تمہارے حسن و خلق کی میں ایک بات کہہ سکوں
خدا کا تو رسول ہے ' خدا کا ایک ایلچی
تو ایک بندۂ خدا ' خدا کا آخری نبی
ہے چہرۂ حیات پر ترا وجود ایک تل
ترے لیے دھڑک رہا تمام اہل دل کا دل
یہ کہکشاں ' یہ چاندنی ' یہ روشنی ' یہ بانکپن
حسین کائنات کا یہ روپ اور یہ پھبن
جہانِ عشق کی اساس چاہتوں کی یہ لگن
یہ جذبِ سوزوساز اور محبتوں کی یہ اگن
جہانِ بزم شوق میں ہر اک کا محور نظر
تمہارے گھر سے جا ملی گلی گلی ڈگر ڈگر
بنایا اس جہان کو خدا نے تیرے واسطے
زمین و آسمان کو خدا نے تیرے واسطے
اگر میں عقل و خرد سے نہ کوئی کام لے سکوں
نہ تیرا کلمہ پڑھ سکوں نہ تیرا نام لے سکوں
زمانہ مجھ سے چھین لے اگر یہ حق تو کیا کروں
اگر کہے کہ جھوٹ ہے یہ میرا سچ تو کیا کروں؟
کہے کہ تجھ سے میرا پیار جھوٹ ہے تو کیا کروں؟
دلِ حزیں پہ اختیار جھوٹ ہے تو کیا کروں؟
تو زندہ رہنا ہے محال زندگی فضول ہے!
اسے میں زندگی کہوں تو پھر یہ میری بھول ہے !!
بھری بہار میں فقط تُہی تو ایک پھول ہے
وگرنہ باغ دہر میں خزاں ہے اور دُھول ہے
میں جانتی ہوں بس یہی کہ تو مرا رسول ہے
ترے لیے میں مر سکوں قبول ہے قبول ہے
میری بساط کیا کہ آج ایک نعت کہہ سکوں
تمہارے حسن و خلق کی میں ایک بات کہہ سکوں

رمضانِ کریم اور قرآن مجید کا باہمی رشتہ

قسط دوم

لطف الرحمٰن محمود

تلاوتِ قرآن کریم کے آداب اور تقاضے

تلاوت قرآن پاک کے حوالے سے بعض احکام قرآن مجید میں دیئے گئے ہیں۔ جن پر احتیاط اور سنجیدگی سے عمل کرنا چاہیئے۔ ان میں سے بعض کا ذکر درج ذیل ہے:

فَاِذَاقَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم۔(سورۃ النحل آیت99)

پس جب تو قرآن پڑھے تو دھتکارے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ مانگ۔

اس قرآنی حکم کو استعاذہ کہا جاتا ہے۔ مشہور استعاذہ ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' ہے۔ استعاذہ بعض اور الفاظ میں بھی موجود ہے۔ شیطانِ ملعون اور اُس کے چیلے قرآن کریم کے مقاصد کے دشمن ہیں۔ دلوں میں وساوس ڈالنا بھی شیطان ہی کا کام ہے۔ اس قسم کے تمام شرور اور فسادات سے بچنے کے لئے ہر وقت استعاذہ کی ضرورت ہے اور خاص طور پر تلاوت کی ابتدا کرتے وقت تا اللہ تعالیٰ قرآن کی محبت اور عظمت دل میں مستحکم فرمائے۔

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا (سورۃ المزمل آیت5)

اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

اس خوبی کو ''ترتیل'' کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ کو صحیح تلفظ سے پڑھنا چاہیئے۔ یہ اُسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب حروف کو مخارج سے ادا کر کے پڑھا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نئی نسل کو تجوید اور ترتیل کی تعلیم کے لئے قابل قدر سہولتیں میسر ہیں۔ آج سے پچاس ساٹھ سال قبل یعنی ہمارے بچپن کے زمانے میں یہ سہولتیں میسّر نہیں تھیں۔ ہم نے یسّرنا القرآن اور قرآن کریم ''پنجابی'' لہجے میں پڑھا ہوا ہے۔ پرانے طوطوں کے لب ولہجہ کو کسی بڑے آپریشن اور سرجری کے بغیر تبدیل کرنا مشکل ہی نظر آتا ہے۔ بچوں اور نوجوانوں کی عربی انداز میں تلاوت سُن کر دلی خوشی ہوتی ہے۔ بڑوں کو بھی بہتری کے لئے کوشش کرنی چاہیئے مگر مایوسی معصیت ہے۔ اجر وثواب کے حوالے سے ہمارا واسطہ رحیم و کریم خدا سے ہے جس کے معاملاتِ لطف وکرم میں ''زبانِ یارِمن ترکی و من ترکی نمی دانم'' والی بات حائل نہیں!!

ترتیل کا یہ پہلو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ قرآن مجید کو اتنی تیزی سے نہ پڑھا جائے کہ اس کے الفاظ کا سمجھنا ہی مشکل اور دشوار ہو جائے۔ مثالی کیفیت تو یہ ہے کہ الفاظ پر نظر ہو اور ان کے معانی ومطالب ذہن میں مستحضر ہوں۔ اس حوالے سے تلاوت کے تقاضوں کے تحت چند گزارشات کی جائیں گی۔

وَاِذَاقُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (سورۃ الاعراف آیت205)

جب قرآن پڑھا جائے تو اُسے غور سے سنو اور خاموش رہو تا تم پر رحم کیا جائے۔

اس حکم میں کُفار بھی مخاطب ہیں اور اہل ایمان کے لئے بھی فائدے کی بات ہے۔ کفار مکہ کی یہ پالیسی تھی کہ جب قرآن سنایا جائے تو ہرگز نہ سنو بلکہ شور ڈال دیا کرو۔ اس طرح مسلمانوں کی تبلیغ بے اثر ہو جائے گی۔ سورۃ حٰمٓ کی آیت 27 میں یہی ذکر موجود ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَاتَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ

اس میں مسلمانوں کے لئے یہ حکم ہے کہ جب قرآن کریم پڑھا جائے اُسے پورے دھیان اور غور سے سُنا جائے اور خاموشی اختیار کی جائے۔ کلام الٰہی کا یہ ظاہری احترام اُس کے

باطنی احترام کی راہیں کشادہ کرے گا۔جلسوں اور تقریبات میں تلاوت شروع ہوتے ہی سامعین کو مؤدّب اور خاموش ہوجانا چاہیئے ۔ بلکہ گھر میں اگر ٹی وی پر تلاوت لگی ہوئی ہے اور اہل خانہ میں سے کوئی فرد متوجہ نہیں اور سب اپنی باتوں میں لگے ہیں تو بہتر ہے کہ وقتی طور پر ٹیلی ویژن بند کر دیا جائے تا دانستہ طور پر اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی نافرمانی سرزد نہ ہوجائے اور اس بے ادبی کی وجہ سے ہم رحمتِ خداوندی سے محروم نہ ٹھہرائے جائیں سمجھانے کے لئے میں ''قومی ترانے'' کی مثال دینا چاہتا ہوں۔ جب بھی قومی ترانہ سُنایا جاتا ہے یا اُس کی دُھنیں بجائی جاتی ہیں۔سربراہ مملکت سے لے کر ایک عام شہری تک اس کے ''احترام'' میں مؤدب، الرٹ اور خاموش ہوجاتا ہے۔کسی ملک کے ترانے کی خدائے ذوالجلال کے پرشوکت کلام کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے کون سا ترانہ ہے جس کے سامنے ہیبت الٰہی سے، پہاڑ سمٹ کر رائی ہوجاتے ہیں؟ ذرا درج ذیل جلالی آیت کے الفاظ پر غور فرمائیے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًامِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط ---(سورة الحشر آيت 22)

قرآن کریم کی بعض اور آیات بھی کلام الٰہی کی تلاوت اور سنائے جانے سے دل میں خشیت اور رقت پیدا ہونے کا ذکر ملتا ہے اور ان کیفیات کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ پر ایمان اور توکل میں اضافہ ہوتا ہے۔درج ذیل آیت یہی پیغام دے رہی ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَاللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ.(سورة الانفال آيت3)

دن رات یا کسی اور وقت میں، جب بھی آپ کو موقع ملے یا آپ کا جی چاہے آپ قرآن کریم کی تلاوت کر سکتے ہیں اور جتنی بار چاہیں کر سکتے ہیں۔فجر کے وقت کلام اللہ کی تلاوت کا قرآن مجید نے بھی ذکر فرمایا ہے۔صبح و شام ایسے اوقات ہیں جب دن اور رات ملائکہ ''چارج'' دینے اور لینے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔اگر نئے دن کا آغاز نماز، استعاذہ، تلاوت، ذکر الٰہی درود وسلام اور دعا سے ہو تو یقیناً وہ آغاز اور اس کا انجام بے حد مبارک اور دینی و دنیوی برکتوں اور رحمتوں کا حامل ہوگا۔اس پس منظر کے ساتھ اس حصہ آیت کو ملاحظہ فرمائیے:

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا (سورة بنی اسرائيل آيت79)

اس مرحلے پر قرآن کریم کی تلاوت کے بعض اور تقاضوں کے تحت متفرق نکات پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں:

استعاذہ، ترتیل، تلاوت کے دوران ظاہری احترام یعنی خاموشی اور توجہ سے سننے کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔جہاں تک ممکن ہو جسمانی طہارت اور پاکیزگی کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ظاہری طہارت باطنی طہارت میں ممد و معاون ہے۔ لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ(سورة الواقعه آيت 80)۔ میں زیادہ زور باطنی طہارت پر ہی ہے جس کے نتیجے میں قرآنی معارف کے گرانقدر خزانے عطا کئے جاتے ہیں۔پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ تلاوت کے دوران الفاظ کے مطالب بھی ذہن مین مستحضر رکھنے چاہئیں اور ان کے مناسب حال ذہنی اور قلبی ردّعمل بھی ظاہر ہونا چاہیئے۔قرآن کریم میں مضامین اور مطالب ومعانی کا تنوع موجود ہے۔جن آیات کریمہ میں ربّ کریم اور رحمان ورحیم خدا کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا ذکر ہے وہاں تلاوت کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔جہاں عذاب کی وعید ہے وہاں استغفار کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے عفو ودرگزر کی التجا کرے۔جنت کی نعماء کا ذکر پڑھ کر، زیر لب انہیں عطا کرنے کی استدعا کرے۔دوزخ کے مقامات عذاب کے تصور سے خائف ہو کر اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے۔بعض آیات قرآنی کو پڑھنے یا سننے کے بعد جواب کے طور پر بعض الفاظ دُہرائے جاتے ہیں۔تلاوت کے دوران اس کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ان سے اکثر کا تعلق حضرت نبی اکرم ﷺ کی سنّتِ مطہرہ سے ہے۔مثلاً سورۃ الاعلیٰ کی دوسری آیت سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى پڑھنے کے بعد حضور ''سبحان ربی الاعلیٰ'' پڑھا کرتے تھے۔اب بھی اُسی سُنت پر عمل کیا جاتا ہے۔اسی طرح سورۃ التین کی آخری آیت اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ کے جواب میں درج ذیل الفاظ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں مذکور ہے: بَلٰى وَاَنَا عَلٰى ذَالِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ۔اہل تشیّع میں مشہور ہے ان کے بزرگ، حضرت امام رضا تلاوت قرآن کریم کے دوران جب بھی ''يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا'' کے الفاظ پڑھتے، آہستہ آواز میں ''لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْك'' کہتے۔یہ ان کی ذوقی بات ہے۔عشقِ الٰہی اور محبتِ قرآن کا ایک انداز ہے۔حضرت مسیح موعودؑ نے بھی وفورِ عشق میں فرمایا ہے ع

''قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے''

یہ عشق کے انداز ہیں۔ان کا ادراک صرف اہلِ عشق ہی کو عطا کیا جاتا ہے۔

فوری اطاعت کا ایک عاشقانہ انداز، سجدۂ تلاوت ہے۔قرآن مجید میں 14 آیات ایسی ہیں جن کے پڑھنے یا سُننے کے معًا بعد قاری یا سامع فوراً سجدے میں گر جاتا ہے۔اگر اس وقت اس کا وضو نہ بھی ہو تب بھی اسی حالت میں اُسے سجدے میں گر جانا چاہیئے۔قرآن مجید میں ان تمام سجدۂ تلاوت کے مقامات کو نمایاں کر کے واضح کر دیا گیا۔پہلا سجدۂ تلاوت سورۃ الاعراف کی آخری آیت کے آخر میں ادا کیا جاتا ہے۔تلاوت کرنے والوں کو یہ آیات پڑھنے کے فوراً بعد سجدہ کرنا چاہیئے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کی طرف سجدۂ تلاوت میں کی جانے والی کئی دعائیں منسوب ہیں۔سب سے مختصر دعا درج ذیل ہے:

سَجَدَ لَکَ رُوحِیُ وَ جَنَانِیُ

بعض لوگوں کے قرآن سے سلوک پر، قرآن کے ساتھ ''بازیچہءِ اطفال'' اور قرآنی شریعت کے لئے ''موم کی ناک'' کے الفاظ لکھنے پر بے ادبی اور جسارت کا گماں ہوتا ہے۔مگر ایسے لوگوں کے رویّے اور اندازِ فکر کا محاسبہ کرنے کے لئے نقلِ کُفر کُفر نباشد کے تحت مجبوراً ان اصطلاحات کو لکھنا پڑتا ہے۔ **اِنّما الاعمال بالنیات**۔نیت بے ادبی کی نہیں بلکہ قرآن کی عظمت کا پرچم بلند کرنا مقصود و مطلوب ہے۔

یہی مشکل اب رمضان کے حوالے سے درپیش ہے۔اس ماہِ مکرّم کے چند پیارے ناموں کا اس مضمون میں ذکر کر چکا ہوں۔بعض ایسے ہی اور نام اختصار کے پیشِ نظر چھوڑ دیئے ہیں۔رمضان المبارک کی آمد آمد کے بعد پاکستان کے تقریباً تمام ٹی وی چینلوں پر اس قسم کے الفاظ سُننے کو ملیں گے گرانی اور مہنگائی میں اضافہ، ذخیرہ اندوزی اور چور بازاری کی شکایت، اشیائے ضرورت کی مصنوعی کمیابی وغیرہ وغیرہ۔اینکر اور کالم نگار رمضانِ کریم کے الوداع ہو جانے پر یہی واویلا کرتے رہیں گے۔مگر مُلّا کے ڈر سے رمضان کو ''مہنگائی کا مہینہ''، ''ذخیرہ اندوزی کا مہینہ'' بلیک مارکیٹنگ یعنی چور بازاری کا مہینہ'' کہنے سے گریز کریں گے۔مگر بین السطور یہی مفہوم ادا کرتے رہیں گے۔جس طرح مسلمان تاجر اور دکاندار، رمضان کا استحصال کر لیتے ہیں۔بالکل اسی طرح بعض محافظانِ دین، اور محبانِ شریعت سے قرآن مجید کے استحصال کا گناہ سرزد ہو جاتا ہے۔اس کی وضاحت کے لئے بہترین مثال ''جہاد'' کی ہے۔

''جہاد'' کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔حدیث اور سُنت کی تائید بھی مُیسّر ہے۔البتہ جہاد کی کئی قسمیں ہیں۔مثلاً قرآن کریم کی تبلیغ کا جہاد، علم اور قلم کا جہاد، مال کا جہاد، نفس کے خلاف جہاد، اسلام پر حملہ کو رد کرنے کیلئے مدافعت کی شکل میں تلوار کا جہاد، پھر فضیلت اور ضرورت کے حوالے سے جہاد کی بھی درجہ بندی ہے۔کتب احادیث میں یہ واقعہ درج ہے کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ تلوار کے جہاد کے بعد مدینہ واپس تشریف لے آئے۔اس وقت فرمایا۔اب ہم ''جہادِ اصغر'' سے ''جہادِ اکبر'' یعنی تعلیم و تربیت اور نفس کی تہذیب کے جہاد کی طرف جارہے ہیں۔یہ میں کسی اور وقت عرض کروں گا کہ پاکستان اور عالم اسلام کو کس قدر ''جہادِ اکبر'' کی ضرورت ہے۔اگر ''جہادِ اصغر'' کو سو سال کے لئے بھی ملتوی کر دیا جائے تب بھی تین چار نسلوں سے یہ ''جہادِ اکبر'' کا کام مکمل نہیں ہو سکے گا!!

لیکن کیا افغانستان اور پاکستان کے القاعدہ، طالبان اور دوسرے جہادی لشکر اور جیش، الجیریا کے سلفی، مصر کے اخوان المسلمون، اور صومالیہ کے شباب جنگجو اور اغوا کار۔قرآن و سنت کی مندرجہ بالا تعبیر و تشریح کو تسلیم کرنے کیلئے تیار ہو جائیں گے؟ ہرگز نہیں، کسی قیمت پر نہیں۔بلکہ وہ اس سے بڑھ کر سختی اور شدّت کے ساتھ اپنی خود ساختہ تعبیر و تفسیر کو قرآن اور عالمِ اسلام پر مسلّط کے لئے کوشاں رہیں گے۔افسوس صد افسوس، انہی تنظیموں، جماعتوں اور گروہوں نے قرآن کو ''بازیچہءِ اطفال'' اور ''موم کی ناک'' بنا رکھا ہے اور یہ اس وقت امّتِ مسلمہ کے لئے لمحہءِ فکریہ بلکہ المیہ ہے۔

القاعدہ طالبان اور ان کے دوسرے حلیفوں کے حالات اور کوائف جاننے کے بعد ذہن فوراً حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں منظم ہونے والے خوارج کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔یاد رہے کہ خوارج اسلام کا پہلا دہشت گرد فرقہ تھے۔وہ لوگ خود کو اسلام کا صحیح نمونہ اور محافظ سمجھتے تھے اور اختلاف کرنے والوں کو کافر اور واجب القتل قرار دیتے تھے۔انہی لوگوں نے حضرت علیؓ اور بعض اور صحابہ کرامؓ کو شہید کر دیا تھا۔وہ یہی کہتے تھے کہ ہم تو اللہ کی حاکمیت قائم کرنا چاہتے ہیں۔حضور ﷺ نے اس فتنے کی خبر دیتے ہوئے متنبہ فرمایا تھا کہ وہ لوگ بکثرت قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا یعنی ان کے قلب و نظر اور سیرت و کردار میں سچی روحانیت اور تقویٰ کا فقدان ہی رہے گا۔

عہدِ حاضر میں ''خوارج'' کے جانشینوں یعنی القاعدہ، طالبان اور اسی قسم کے دوسری غلطی خوردہ جہادی تنظیموں کا یہی دعویٰ ہے کہ وہ اللہ کی زمین پر بزورِ شمشیر ''خلافتِ راشدہ'' قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس سیاسی ایجنڈے کے لئے انہوں نے قرآن کریم کی تفسیر کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ جو امّتِ محمدیہؐ کے لئے ایک نیا تجربہ ہے۔ میں یہاں اس تفسیر کی دو تین مثالیں پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا:

مثال نمبر1:

سورۃ التوبہ کی آیات 15,14 میں مکہ اور عرب کے دوسرے علاقوں کے ایسے اشد کفّار کا ذکر ہے جنہوں نے لمبے عرصے تک مظلوم مسلمانوں پر مظالم کا سلسلہ دراز کرنے کی مقدور بھر کوشش کی اور بار بار عہد و پیمان توڑے۔ ایسے کفّار پر خدائی گرفت اور عذاب نازل کئے جانے کا ذکر ہے۔ لیکن عراق میں القاعدہ کے لیڈر مصعب زرقاوی اور اس کے ساتھی، غیر ملکی قیدیوں کے ہاتھ پاؤں باندھ کر، انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کرتے وقت، ان آیات کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ میں نے خود ایک ویڈیو ان دنوں میں دیکھی تھی جس میں کلمہ طیبہ کے بینر کے سامنے، ایک کورین قیدی کو، ان آیات کی تلاوت کے ساتھ، اللہ اکبر کے نعروں کی گونج میں ذبح کیا گیا۔ لیکن ایک وقت آیا کہ یہی زرقاوی اپنی بیوی کی معیت میں اسی قسم کی موت کا شکار ہوا۔

مثال نمبر2:

سورۃ الکہف کی آیت 11 میں اُن موحد و مومن نوجوانوں کا ذکر ہے جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو قبول کیا مگر ظالم مشرک حکمرانوں کی چیرہ دستیوں کی وجہ سے، لمبے عرصے تک غاروں میں چُھپ کر زندگی گزار دی۔ لیکن القاعدہ کی ہم خیال برطانوی تنظیم ''مہاجرون'' نے اس آیت کی نئی تفسیر پیش کرتے ہوئے اسے اُن 19 ہائی جیکروں پر چسپاں کیا جنہوں نے ''نائن الیون'' (11 ستمبر 2001) کو امریکہ میں دہشت گردی کی وارداتیں کیں اور تقریباً 3000 بے قصور لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ اس تنظیم نے ان ہائی جیکروں کی تصاویر پر مشتمل ایک کارڈ شائع کیا جس میں اس آیت کا حوالہ دیا گیا۔ غالباً امریکی جریدہ نیوز ویک یا ٹائم نے اس کارڈ کی تصویر بھی شائع کی۔ ''غار میں پناہ'' کا مطلب گویا طیارے اُڑانے کی تربیت حاصل کرنے کے لئے ان 19 نوجوانوں کا طالب علموں کے رُوپ میں امریکہ گھسنا مراد تھا۔ اللہ خیر کرے امریکہ کی ''غاروں'' میں مسلم ممالک سے سینکڑوں طالب علموں کی ہر سال ''سٹوڈنٹ ویزا'' پر آمد آمد رہتی ہے۔ ''مہاجرون'' امریکہ اور دنیا کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟

مثال نمبر3:

اس مثال کا تعلق سورۃ التوبہ کی آیت 110 سے ہے۔ جہادی علماء نے اسے بھی ''نائن الیون'' کے دہشت گردوں کی کارگزاری پر چسپاں کیا ہے۔ ان ''مفسروں'' کی سب سے بڑی دلیل یہ تھی کہ آیت کا نمبر 110 ہے۔ اس آیت میں جس عمارت کی تباہی کا ذکر کیا گیا ہے اس کی منزلوں کا اشارہ مخفی ہے۔ نیویارک کے Twin Towers کی منزلوں کی تعداد چونکہ 110 تھی لہٰذا اُنہیں طیارے ٹکرا کر منہدم کرنے سے اس آیت کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔ ان نوجوانوں نے ان ٹاورز کو راکھ کا ڈھیر بنا کر اہل ایمان کے دل میں ٹھنڈک ڈال دی!!

حالانکہ قرآن مجید کا مجھ جیسا ایک عام طالب علم بھی جانتا ہے کہ اس آیت کے سیاق و سباق سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں ''مسجد ضرار'' کا ذکر ہے، جسے منافقینِ مدینہ نے حضرت رسول کریم اور اسلام کے خلاف سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے لئے تعمیر کیا تھا۔ اور حضور ﷺ نے بحکم الٰہی، چند صحابہ بھیج کر اُسے تباہ کروا دیا۔ ''مسجد ضرار'' کی تباہی، تاریخ اسلام کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ ہر پُرانے اور نئے مفسر نے اس کا ذکر کیا ہے۔ تفاصیل دی ہیں۔ مگر کرۂ ارض پر ''جہاد بالسیف'' کے ذریعے ''خلافت راشدہ'' قائم کرنے والے ''جہادی مُلاّ'' کی نئی تفسیر ہے جس کا انحصار آیت کے نمبر پر ہے۔ یہ تفسیر دنیا کا ''آٹھواں'' عجوبہ ہے! مسجد ضرار جسے اللہ کے سچے رسولؐ نے باذن الٰہی ختم کروایا، اس کی تو ایک ہی منزل تھی۔ پھر یہ 110 منزلوں والی شرط کیسے پوری کی جاسکتی ہے؟ اس زمانے میں ایسی بلند و بالا عمارتیں بنانے کی ٹیکنالوجی ہی نہیں تھی۔ حتّٰی کہ بابل کے مشہور ٹاور کی شاید 10 منزلیں بھی نہیں تھیں!!

اگر میں کسی مسجد میں بیٹھ کر، بحالتِ اعتکاف، ایسی گمراہ کُن تفسیر لکھوں تو میرا روزہ، اعتکاف، عبادات، تلاوتِ قرآن، لیلۃ القدر بلکہ زکوۃ، عمرہ، حج سب کچھ زائل اور باطل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ امتِ محمدیہؐ اور انسانیت کو ایسے ''مفسروں'' کے شر سے محفوظ رکھے۔ اقبالؔ کا یہ شعر ان پر پوری طرح چسپاں ہوتا ہے؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

حرفِ آخر

مقابلہ اور مسابقت کا مادہ انسانی فطرت میں موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض امیر ممالک میں بھی نیویارک کے ''ٹون ٹاورز'' کے طرز کی بلندوبالا عمارتیں تعمیر کرنے کی دوڑ لگ گئی۔

شکاگو، (امریکہ)، کوالالمپور (ملائیشیا)، ٹیپائی (تائیوان)، وغیرہ میں نیویارک کے ٹریڈ سنٹر سے زیادہ اونچی عمارتیں تعمیر ہو چکی ہیں۔ دُبئی کے ''بُرج خلیفہ'' کو اس وقت دنیا کی سب سے بلندوبالا عمارت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مگر دل میں ایک خوف بھی موجود ہے کہ ''جہادی مفسّروں'' کی بھی کمی نہیں۔ کہیں، خدانخواستہ، یہ بلندوبالا عمارتیں بھی، کسی گمراہ مفسر کے خللِ دماغ کی نذر نہ ہو جائیں!

قرآن کریم نے بھی ایک پاک مسابقت کی طرف متوجہ فرمایا ہے:

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ

(سورۃ البقرۃ آیت 49)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس حصہء آیت کا تفسیر صغیر میں بڑا دلکش تفسیری ترجمہ درج ذیل الفاظ میں دیا ہے:

''ہر ایک شخص کا ایک نہ ایک مطمحِ نظر ہوتا ہے جسے وہ اپنے آپ پر مسلّط کر لیتا ہے۔ سو تمہارا مطمحِ نظر یہ ہو کہ تم نیکیوں کے حصول میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان المبارک سے وابستہ نیکیوں میں مسابقت کی روح سے سرشار فرمائے اور اس کے فضل سے ہر آنے والے رمضان میں اس جذبہء مسابقت میں نئی قوت اور وسعت آتی چلی جائے (آمین ثم آمین)

ریویو کتاب:

احمدیت کا نفوذ

صوبہ خیبر پختونخواہ (سابق صوبہ سرحد) میں

محمد اجمل شاہد

امسال جو کتب جماعت احمدیہ کے متعلق منصۂ شہود پر آئی ہیں ان میں دو کتب احمدیت کا نفوذ۔ صوبہ خیبر پختونخواہ میں اور سانحہ ٹوپی جماعت کے لٹریچر میں قابل قدر اضافہ ہیں۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اگرچہ دونوں کتب کا تعلق صوبہ خیبر پختونخواہ سے ہے لیکن تبلیغی اور تربیتی لحاظ سے یہ کتب تمام افراد جماعت کیلئے انتہائی مفید۔ دلچسپ اور تاریخی معلومات سے پُر ہیں۔ کتاب ''احمدیت کا نفوذ'' درحقیقت حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی 93ء کے خطبہ جمعہ میں اس تحریک کے نتیجہ میں مرتب کی گئی ہے۔ جس میں حضور نے جماعت کو اپنے آباؤ اجداد کی تاریخ کو محفوظ کرنے کے لئے تحریک فرمائی تھی اس ضمن میں حضور نے خصوصی طور پر صوبہ خیبر پختونخواہ کی تاریخ کا ذکر فرمایا تھا کیونکہ یہ واحد صوبہ تھا جہاں احمدیت کا نفوذ خدائی منشاء کے مطابق صوبہ کی اہم شخصیات اور صاحب اثر خوانین میں ہوا اور سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں اس دُور افتادہ علاقہ میں ایک موثر جماعت معرض وجود میں آ گئی تھی۔

ان بزرگان اور عمائدین کی قبول احمدیت کی داستان انتہائی دلآویز اور ایمان افروز ہے۔ نیز اس کتاب میں گزشتہ ایک صدی سے زائد عرصہ میں جماعت کی تاریخ کا احاطہ ایسے رنگ میں کیا گیا ہے کہ اکثر مبصرین نے اسے اس علاقہ کی تاریخ احمدیت کا انسائیکلوپیڈیا قرار دیا ہے۔

یہ کتاب تین صد صفحات پر مشتمل ہے اور تاریخی فوٹوز سے مزیّن ہے اسکی اشاعت قادیان سے نہایت عمدہ کاغذ پر مجلد صورت میں ہوئی ہے۔ ہدیہ صرف 5 ڈالر ہے۔ احمدیہ بک شاپس امریکہ۔ کینیڈا اور لندن سے دستیاب ہے۔ نیز ان کتب کے حصول اور دیگر معلومات کیلئے اس پتہ پر رابطہ کر سکتے ہیں:

فون نمبر: 215-639-6396 فیکس نمبر: 267-200-0335

ای میل: Homeocare@yahoo.com

جماعت احمدیہ کیلئے خدائی غیرت

منیر احمد کاہلوں، میامی فلوریڈا

جب سے سلسلہ احمدیہ قائم ہوا ہے اللہ تعالیٰ جہاں اس کی تائید میں غیر معمولی نصرت دکھاتا چلا آیا ہے وہاں متعدد موقعوں پر اس نے اپنی غیرت دکھا کر اس بات کا ثبوت فراہم کیا ہے کہ وہ جماعت کے لئے امن کے حق میں نصرت ہی نہیں دکھاتا غیرت بھی رکھتا ہے یہاں میں جس واقعے کا ذکر کرنے لگا ہوں اس میں نہ کسی دعا کا ہاتھ ہے اور نہ کسی دنیاوی تدبیر کا۔ حیرانی ہے کہ ایک واقعہ میں خدا تعالیٰ کی مخفی تدبیر دو شدید معاندین کا قلع قمع کر گئی۔ چونکہ اس واقعہ کا میرے ساتھ گہرا تعلق ہے اس لئے اس کا ذکر نہ کر کے کسی ناقدری کا مرتکب ہونا نہیں چاہتا۔ احباب کرام کے ازدیادِ ایمان کے لئے اس کا ذکر کر رہا ہوں۔

1994ء کی بات ہے ضلع نارووال کے ایک گاؤں مالو کے تتلے میں ہماری کوئی عبادت گاہ نہیں تھی۔ ایک کچے مکان کے بوسیدہ کمرے میں دو تین گاؤں سے احمدی آ کر نماز جمعہ ادا کرتے۔ اس سے پہلے ہم گاؤں کی مسجد کو مشترکہ طور پر استعمال کرتے ایک طرف ایک وقت میں ہم نماز جمعہ ادا کرتے۔ مسجد کے دوسرے حصے میں غیر احمدی اپنی نماز ادا کر لیتے بعد ازاں ایک پیر صاحب کے اُکسانے پر اس مسجد سے ہمیں نکال دیا گیا اور ہمیں مشکل سے دوچار ہونا پڑا۔ اب ہمیں نماز پڑھنے میں بڑی دقت تھی سب احمدی احباب نے ارادہ کیا کہ اپنی علیحدہ مسجد تعمیر کرنی چاہیئے۔ ایک زمیندار مخلص احمدی دوست نے گاؤں کے ساتھ باہر اپنی دو کنال اراضی بلا معاوضہ پیش کی کہ وہاں مسجد بنالیں چنانچہ سب دوستوں نے تعاون کیا اور گاؤں سے ملحق کھلی آبادی میں ایک چوک میں مسجد بنالی گئی جب مسجد بن گئی تو اس کے افتتاح کے لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ ناظر صاحب امور عامہ سے مسجد کا افتتاح کرایا جائے چنانچہ تاریخ مقررہ پر وہ آ گئے اور مسجد کا افتتاح ہو گیا۔ ہم نے مسجد کے اندر جھنڈیاں لگائیں اور مسجد کے احاطے کے اندر اَھْلًا وَّ سَھْلًا کے بینر لگائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات پر مشتمل بینرز آویزاں کئے اب یہ ساری باتیں مسجد کے احاطے کے اندر تھیں۔ کسی کو مشتعل ہونے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ نماز جمعہ کے بعد مختصر سی تقریب تھی جو سرانجام ہو کر پایۂ تکمیل کو پہنچی ابھی احباب مکمل طور پر مسجد سے باہر نہیں نکلے تھے کہ پولیس کی دو گاڑیاں انسپکٹر پولیس کی معیت میں مسجد کے بیرونی دروازے میں آموجود ہوئیں اس وقت ہمارے امیر جماعت چوہدری خورشید انور ایڈووکیٹ وہاں موجود تھے۔ انسپکٹر صاحب نے امیر صاحب سے پوچھا کہ آپ نے جلسہ کیا ہے افتتاح کے بینرز لگائے ہیں قانون کی خلاف ورزی کی ہے امیر صاحب نے جواب دیا کہ ہم نے اپنی عبادت گاہ تعمیر کی ہے۔ جس میں جمعہ پڑھ کر اس کا افتتاح کیا ہے۔ قانون کی کوئی خلاف ورزی نہیں کی وہ بضد ہوا کہ میں آپ کے خلاف پرچہ دُونگا۔ امیر صاحب نے کہا کہ پھر دے دو ہم بھی قانون کے مطابق اپنا دفاع کریں گے چنانچہ اس نے نارووال جا کر 13 اشخاص کے خلاف پرچہ دے دیا جس میں راقم الحروف سرِ فہرست تھا۔ پرچہ سے قبل جب ہمیں خبر ملی کہ ہمیں نماز جمعہ اپنی علیحدہ مسجد میں ادا کرنے پر ہمارے خلاف تعزیراتی کارروائی ہونے والی ہے ہم قریبی قصبہ کے امام مسجد جو دیوبندی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے' کے پاس پہنچے اور انہیں توجہ دلائی کہ آپ سے ہماری دیرینہ واقفیت اور دوستی ہے' پولیس کو لکھیں کہ وہ جماعت احمدیہ کے خلاف پرچہ دے کر ہمارے لئے مشکلات پیدا نہ کرے۔ اس پر وہ امام مسجد مولوی صاحب ہم سے مخاطب ہو کر بولے کہ میرے رقعہ پر ہی آپ لوگوں کے خلاف پرچہ ہو رہا ہے اب میں پولیس کو پرچہ نہ دینے کے لئے لکھوں تو کیوں لکھوں۔ آپ نے کس کی اجازت سے وہاں مسجد بنائی ہے اور وہاں کیوں اس کا افتتاح کیا ہے۔ اس پر ہم وہاں سے اُٹھ کر اپنے گھر آ گئے۔ اس وقت میرے بچے ربوہ میں تھے میں ہفتہ کے روز ربوہ آ گیا۔ اتوار کی شام مجھے ربوہ خبر ملی کہ آپ کے خلاف پرچہ فوجداری لکھ کر مقدمہ قائم ہوا ہے آ کر ضمانت کروالیں چنانچہ سوموار کو میں نارووال آ گیا اور ضمانت قبل از گرفتاری کے لئے سیشن جج صاحب کی عدالت سے رجوع کیا۔ ضمانت منظور ہو گئی اور ضابطہ کے مطابق میں ایس ایچ او صاحب نارووال کے دفتر جا حاضر ہوا۔ جب میں نے انسپکٹر ایس ایچ او صاحب کی خدمت میں عدالت کی طرف سے لکھا بیل آرڈر Bail order پیش کیا تو وہ حقارت آمیز لہجے میں بات کر کے مجھ سے یوں مخاطب ہوئے کہ جرم کا ارتکاب کر کے اب ضمانت نامہ لے آئے ہو میں نے اُسے کہا کہ آپ مجھے شاملِ تفتیش کریں میرے خیال میں بحث کی یہاں کوئی ضرورت نہیں۔ اس پر انسپکٹر صاحب فرمانے لگے کہ ضمانت کروائی ہوئی ہے تو باتیں کرتے ہو اگر

ضمانت نہ کروائی ہوتی تو دیکھتا کیسے باتیں کرتے۔ خیر میں وہاں سے اٹھا محرر تھانہ کو شاملِ تفتیش ہونے کے لئے رپورٹ لکھنے کو کہا۔ اس نے رپورٹ لکھ کر مجھے شاملِ تفتیش کیا اور میں فارغ ہو کر گھر چلا آیا۔

اب اس سارے قصے میں دو آدمیوں کا کردار واضح ہے ایک امام مسجد مولوی صاحب اور دوسرا شخص انسپکٹر پولیس ہے جس نے مسجد بنانے اور اس میں نماز پڑھنے کی پاداش میں 13 معصوم احمدیوں کے خلاف پرچہ درج کیا۔ اب ان دونوں کا حشر ملاحظہ فرمائیں کہ کیسے ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے پکڑا۔

ہوا یوں کہ مولوی صاحب کے بیٹے نے شیعہ فرقے کے خلاف نہایت اشتعال انگیز تقریر کی جس پر ملک کی Intelligence ایجنسی اُسے پکڑ کر لے گئی اور سات آٹھ ماہ تک اس کی کوئی خبر نہیں مل رہی تھی کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے اب امام مسجد مولوی صاحب اس کے برآمد کرنے میں بہت پریشان ہوئے۔ ملک کے اعلیٰ عہدہ داروں تک بھی رسائی کی۔ پریشانی بڑھتی گئی اور وہ دیوانہ وار اس کے غم میں نڈھال رہنے لگے آخر انکی پریشانی اتنی بڑھی کہ وہ اس صدمے سے جانبر نہ ہو سکے اور اس کی جدائی کا صدمہ اٹھاتے ہوئے انتقال کر گئے اور اپنی زندگی میں اپنے بیٹے کو نہ مل سکے نہ اس کا مُنہ دیکھ سکے وہ جو احبابِ جماعت کو جیل کی سلاخوں کے اندر ڈالنا چاہتے تھے خود ازلی ابدی جدائی میں اپنے بیٹے کا مُنہ دیکھتے دیکھتے دوسرے جہان چلے گئے۔

اب اس قصے کے دوسرے کردار انسپکٹر پولیس پر خدا تعالیٰ کی گرفت اس طرح نازل ہوئی کہ اُسے بھی انتہائی غیض وغضب اور کرب میں اس جہاں سے رخصت ہونا پڑا۔ اس واقعہ کے تھوڑے دن بعد اس کے تھانہ کے حدود میں چند ملزم اشتہاری آ کر ایک گاؤں کی قلعہ نما عمارت کی بالائی منزل میں روپوش ہوئے انسپکٹر مذکور اطلاع ملنے پر پولیس کی بھاری جمعیت میں وہاں پہنچا۔ عمارت کا گھیراؤ کر کے بذریعہ لاؤڈ سپیکر ملزموں کو گرفتاری دینے کیلئے کہا۔ ملزم گرفتاری نہیں دے رہے تھے اور بذریعہ فائر جواب میں مصروف تھے دو دن گزر گئے آخر انہوں نے جواباً کہا کہ ہم ایک شرط پر گرفتاری دینگے بشرطیکہ انسپکٹر صاحب خود تشریف لا کر ہمیں گرفتار کریں اب انسپکٹر صاحب بڑے خوش تھے کہ انہوں نے بذاتِ خود تین چار ملزموں کو گرفتار کیا ہے وہ جواباً یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے کہ میں آتا ہوں آپ نیچے آ کر گرفتاری دیں اب جونہی ملزمان نیچے آئے انہوں نے اترتے ہی انسپکٹر صاحب اور اس کے ایک کانسٹیبل پر گولیاں چلا دیں جس پر وہ موقعہ پر ہی جاں بحق ہو گئے۔ باقی تمام اہلکار محفوظ رہے۔ اب یہ دونوں واقعات نارووال کی تاریخ کا حصہ ہیں کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے خدا کا گھر بنانے پر اپنے گھر اور اس کے بنانے والوں کے لئے اپنی غیرت دکھائی۔

☆......☆......☆

خواب یا ایک حقیقت

منیر احمد کاہلوں

اے دُنیا والو سُن رکھو رُت بہار کی آئے گی
پیار کی سنگت پھیلے گی ہر شاخِ چمن مہکائے گی

دُم دبا کر بھاگیں گے پردھان بنے اندھیارے سب
خلافت کی ہوگی فرمانروائی، اُفتادِ ظلم مِٹ جائیگی

آفاقِ جہاں پہ چمکے گا اک نیّرِ اعظم شان کے ساتھ
روشن کرنیں لئے ہوئے موجِ شفق چھا جائے گی

قریہ قریہ گونجے گا اللہُ اکبر کا نعرہ
جب نصرتِ حق ساتھ اپنے یلغارِ ملائک لائے گی

ہر آنکھ سے آنسو پونچھیں گے زخموں پہ پھاہا رکھ کر ہم
حُرمتِ انساں جاگے گی ضمیر چمک دکھلائے گی

مغرب سے سُورج چڑھ چکا طبلِ امن ہے بج چکا
وہ کون ہے قوم ہمارے سوا جو زخم تیرے سہلائے گی

سر سجدے میں کئے ہوئے ہم اپنا فرض نبھائیں گے
کمزور بلالی ہاتھوں سے جب تقدیرِ علم لہرائے گی

گلے لگا کر پیار کریں گے دشمنِ جاں کو اپنے ہم
احساسِ ندامت لئے ہوئے جب آنکھ جھڑی برسائے گی

افسوس ہمیں ہے اس امر کا سچ ہے تم سے کیوں اوجھل
جب لاد چلے گا بنجارہ پھر قوم حقیقت پائے گی

اعزاز ہے اس سے بڑا کیا ہم جیسے کم فہموں کا
منیر ہمارے ہاتھوں سے جب قدرت رنگ دکھائے گی

رابعہ کے قبولِ احمدیت کی کہانی

انٹرویو: شگفتہ عزیز شاہ صدر لجنہ اماء اللہ، نسیم رفیق نائب صدر، ضلع اسلام آباد

میں رابعہ ہوں۔ میں نے ایم بی اے اور ایم اے اکنامکس کیا ہے۔ میرے دادا وہابی تھے۔ مذہب پر سختی سے عمل پیرا، میرے والد اہلِ حدیث تھے وہ دادا کی طرح مذہبی نہ تھے۔ والدہ سُنّی سیّد تھیں۔ میرے گھر کا ماحول زیادہ مذہبی نہیں ہے۔ آزاد سوچ کے حامل لوگ ہیں۔ امی نمازیں پڑھتی ہیں لیکن ابو نہیں، بس ملا جلا ماحول کہہ لیں۔

میں اسکول میں ایک اچھی طالبہ تھی۔ شروع سے مذہب سے لگاؤ تھا، مطالعہ کا بے پناہ شوق تھا بالخصوص مذہبی کتب مجھے اپنی طرف کھینچتی تھیں۔ سولہ سال کی عمر میں ایک سی ڈی امام مہدی کے بارے میں میں نے دیکھی۔ ایک شیعہ عالم کے ساتھ محفلِ سوال و جواب تھی اس میں بتایا گیا تھا کہ دجّال ظاہری جنت دکھائے گا جبکہ امام مہدی کے پاس ظاہری دوزخ ہوگی لہٰذا اس کی طرف کم لوگ جائیں گے۔ یہ دیکھ اور سن کر مجھے خوف سا محسوس ہوا کہ دنیا تو امام مہدی کا انتظار کر رہی ہے اگر وہاں ظاہری دوزخ ہوگی تو کیا ہو گا؟ ایک عجیب ڈر اندیشے اور وسوسے نے مجھے گھیر لیا۔ میں دعا کرنے لگی کہ خدایا اگر میری زندگی میں امام مہدی کا وقت آجائے، اور وہ ظلم و ستم جو اس زمانہ میں ہوتے دکھائے گئے ہیں اور وہ آگ جو میں نے برستی دیکھی ہے، مجھے اس کے مقابلے میں ہمت اور طاقت عطا فرمانا۔

خدا جانے وہ کوئی قبولیت کی گھڑی تھی ٹھیک ڈیڑھ سال بعد میری ملاقات ایک ایسی لڑکی سے ہوئی جو بس میں میرے ساتھ جایا کرتی تھی۔ اس نے بتایا کہ وہ احمدی ہے۔ مجھے اس سے مل کر ہمیشہ خوشی ہوتی ایک دن میں نے اپنے ابّا کو بتایا۔ اس کے بارے میں سب کچھ سُن کر وہ بولے کہ یہ غیر مسلم ہیں۔ مجھے بچپن سے کسی کو غیر مسلم کہنا ذرا بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔ ابا نے احمدیوں کے عقائد کے بارے میں جو کہا وہ میں نے اس احمدی دوست کو بتایا اس نے کہا ایسی بات نہیں ہے ساتھ ہی ایک ویب سائیٹ بتائی۔ چونکہ میں مطالعہ بہت کرتی تھی اس لئے مجھے غلط سائیٹس کا بھی علم تھا۔ میں نے دوست کی بتائی ہوئی سائیٹ پر جا کر سب کچھ جاننے کی کوشش کی کیونکہ مجھے تجسس بہت تھا۔

اب مختلف سائیٹس کا مطالعہ کرنے کے بعد میں بہت بے چین رہنے لگی حقیقت کو جان لینے کی تمنا مجھے ہر وقت بے چین رکھتی تھی۔

ایک دن حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی مجلسِ عرفان دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ محفل وفاتِ مسیح اور حیاتِ مسیح پر مبنی تھی۔ یہاں سے مجھے اور بھی شوق پیدا ہوا کہ مزید کچھ پتہ لگے۔ میں حق کو جاننا چاہتی تھی پہلے سے بڑھ کر انٹرنیٹ پر مطالعہ کرنے لگی گھر والوں سے بھی کم ہی بات کرتی تھی۔ پھر ایک دن میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی مجلس ختمِ نبوت کے بارے میں دیکھی جس نے بچپن سے دل میں بیٹھے تمام عقیدے باطل ٹھہرا دیئے۔ یعنی جو کچھ ہم نے سن رکھا تھا وہ درست نہ تھا۔ انہی دنوں میں ایک دن اچانک انٹرنیٹ پر لاہوری فرقہ کے بارے میں ایک سائیٹ میں نے دیکھ لی اور میں ایک عجیب اُلجھن کا شکار ہوگئی سوچا شائد یہی سچ ہو۔ غرض ان تمام باتوں نے میری راتوں کی نیندیں اُڑا دیں میرے دل میں ایک ہی لگن تھی کہ آخر سچ ہے کیا؟ اب میں بالکل خاموش رہنے لگی چھ سے آٹھ ماہ اسی خاموشی میں گزر گئے۔ احمدیت مجھے سچی لگتی تھی۔ آہستہ آہستہ میں دل ہی دل میں حضرت مسیح موعودؑ کی قائل بھی ہو رہی تھی لیکن فیصلے کی ہمت نہ تھی۔ دعا کی تو میں پہلے ہی قائل تھی۔ کہیں سے سن رکھا تھا کہ کسی خاص مقصد کے لئے چالیس روز تک دعا کریں تو کامیابی ہوتی ہے۔ سو میں دعاؤں میں لگ گئی۔

ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کرسی پر تشریف فرما ہیں ان کی زبانِ مبارک سے یہ جملہ نکلا

When they are given the truth ,they deny it.

کہ جب انہیں سچ بتایا جاتا ہے تو وہ انکار کر دیتے ہیں۔ اس خواب کے بعد مجھے لگا کہ یہ اتفاق نہیں بلکہ خدائی مدد ہے۔ اب میں سوچنے لگی کہ دعاؤں کے نتیجے میں سچے خواب آتے ہیں۔ مجھے یہ بھی خیال آیا کہ جو لوگ احمدیت قبول کرتے ہوں گے وہ خوابوں کے اثر سے بھی حق قبول کرتے ہوں گے اور ضرور اس طرح سے ان کی راہنمائی ہوتی ہوگی۔ دعاؤں اور خوابوں کا سلسلہ تیز ہونے لگا آخر کار میری زندگی میں وہ موڑ آیا جس کی مجھے تمنا تھی میں نے بیعت کا ارادہ کر لیا اس تحقیق اور کشمکش کے سفر میں تقریباً پانچ سال کا عرصہ لگ گیا تھا لاہور میں ہی میں آنٹی شکور سے ملی جن کے بارے میں مجھے میری احمدی دوست نے بتایا تھا۔ دس شرائطِ بیعت پڑھیں تو دل نے بے اختیار کہا کہ کون ہے جو اس

پر دستخط نہ کرے میں نے بصدقِ دل اس پر دستخط کردیئے۔ میرا دل کہہ رہا تھا کہ یہی وہ حق اور سچ ہے جس کو میں نے جانا پہچانا اور پھر مان لینا چاہتی تھی۔

چونکہ مجھے پتہ تھا کہ گھر میں مخالفت ہوگی اس لئے میں نے گھر میں کچھ نہ بتایا اور والدین سے چھپائے رکھا ایک بڑے بھائی سے گاہے بہ گاہے اس بارے میں ذکر کرنے لگی بحث بھی ہو جاتی اور لڑائیاں بھی ہونے لگیں۔ ایک روز ہمت کر کے اپنے والد صاحب سے ڈھکے چھپے لفظوں میں ذکر کیا۔ فوراً بولے تم کیا سوچ رہی ہو؟ وہ لوگ صحیح نہیں ہیں میں نے حمایت کرتے ہوئے کہا ابا لوگ غلط مشہور کر دیتے ہیں۔

ابا میرے لئے اپنے غیر از جماعت دوستوں سے کئی کتب لے کر آ گئے۔ میں نے کہا کہ میں دل سے مانتی ہوں کہ احمدیت سچی ہے۔ گھر والوں نے کہا اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے وغیرہ وغیرہ

غرض اب میں صداقت کو دل میں چھپائے مخالفت کی زد میں تھی۔ آنٹی شکور سے ملی انہوں نے دعا کے لئے کہا اور سمجھایا کہ گھبرانا نہیں میں بیعت پر سختی سے قائم رہی۔ میرا رشتہ بھی آنٹی شکور نے ہی بتایا تھا اس دوران میری امی شدید بیمار ہوئیں اور پھر کینسر سے معجزانہ طور سے شفایاب بھی ہوگئیں۔ جب وہ صحت یاب ہوگئیں تو میں نے انہیں بتایا کہ میں بیعت کر کے مشرف بہ احمدیت ہو چکی ہوں انہوں نے مخالفت تو کی لیکن پھر کہنے لگیں کہ اچھا جیسے تم خوش ہو۔ امی نے آنٹی کو رشتے کے لئے بھی کہا اور یہ کہ غیروں میں تو مشکلات ہوں گی لہٰذا احمدی لڑکے سے ہی شادی کرے گی۔

اس دوران میری ہونے والی ساس بھی اپنے بیٹے کے لئے رشتہ دیکھ رہی تھیں۔ آنٹی شکور نے جب میرا رشتہ انہیں بتایا تو وہ کہنے لگیں کہ لوگ کیا کہیں گے کہ اپنا سارا خاندان چھوڑ کر کہاں رشتہ کر دیا۔ خیر انہوں نے دعا کی اور استخارہ بھی کیا۔ دو خواب انہوں نے دیکھے جو انہی کی زبانی لکھتی ہوں۔ ایک تو یہ کہ سب روزہ کی حالت میں ہیں اور ایک میز پر بیٹھے ہیں۔ طیبہ مامی مجھے کھانا دیتی ہیں اور کہتی ہیں لو کھالو۔

میں نے کہا میرا روزہ ہے وہ کہتی ہیں آپ کو اجازت مل گئی ہے روزے میں کھانے کی ، وہ کھانا میں کھا لیتی ہوں۔ اس خواب سے وہ یہ سوچنے لگیں کہ بیٹا کسی مشکل میں نہ پڑ جائے لیکن شکور آنٹی نے انہیں اس کی تعبیر یہ بتائی کہ ایک چیز منع تھی مگر آپ کو اس کی اجازت مل گئی ہے۔

دوسری خواب میں میری ساس نے دیکھا کہ وہ (ساس) لنڈے بازار میں اشیاء دیکھ رہی ہیں اور سوچ رہی ہیں کہ میں نے تو یہاں سے کبھی کچھ نہیں خریدا پھر میں یہاں کیا کر رہی ہوں۔ اسی سوچ میں تھی کہ ایک بریزے کا جوڑا نظر آیا جس پر گرد پڑی تھی وہ مجھے پسند تو بہت آیا لیکن اس پر گرد پڑی دیکھ کر میں آگے چل دی۔ لیکن دل اسی میں اٹکا رہا اور میں نے واپس جا کر اسے خرید لیا اور سوچا کہ گرد ہی تو ہے میں اسے دھو کر صاف کر لوں گی۔ ورنہ یہاں پڑا رہا تو اور بھی میلا ہو جائے گا۔

اس خواب کی تعبیر انہوں نے یہ کی کہ لنڈا بازار سے مراد یہ دنیا ہے اور پرانے فرسودہ خیالات اور رسمی مذہب رکھنے والے عام مسلمان ہیں۔ اور بریزے کے خوبصورت جوڑے سے مراد میں (رابعہ) ہوں۔ جس پر لنڈا بازار میں لٹکے ہونے کی وجہ سے بظاہر کچھ دھول پڑی ہوئی ہے۔

سوان کا دل مطمئن ہو گیا اور میرے گھر والوں کی طرف سے بھی معمولی مسائل کے بعد آسانیاں پیدا ہوگئیں۔ اب الحمدللہ میری شادی کو ڈیڑھ سال ہو گیا ہے۔ میرا ایک بیٹا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے میں ایک خوشگوار زندگی گزار رہی ہوں۔ روحانی طور سے میری حالت میں بڑا فرق آیا ہے۔ میرے سسرال والے بہت اچھے ہیں ان کا ماحول بہت دینی ہے میرے شوہر بھی بہت دین دار اور نیک انسان ہیں۔

جو لوگ پیدائشی احمدی ہیں انہیں تو دل و جان سے اس نعمت کی قدر کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص و وفا کی راہوں پر چلائے آمین ثم آمین۔

☆......☆......☆

غزل

منور احمد کنڈے، ٹیلفورڈ، انگلینڈ

وقت کے ساگر میں ہوتا کیا سے کیا دیکھا کئے
ناؤ اپنی ڈوبتی تھی ناخدا دیکھا کئے

ہم چلے اپنے وطن کو جذبۂ الفت کے ساتھ
اور وہاں پر نفرتوں کا سلسلہ دیکھا کئے

دندناتے گامزن تھے راستوں پہ راہزن
منزلوں پہ خون بہتا جا بجا دیکھا کئے

کیا شکایت خار سے ہو اب درونِ گلستاں
خار، گل سے زخم کھاتا بارہا دیکھا کئے

کیسا عبرت ناک منظر تھا منوّر وہ کہ جب
آگ میں طیارۂ جنرل ضیاء دیکھا کئے

حضرت میاں اللہ رکھا صاحب آف ترگڑی

مکرم کرنل (ر) میاں عبدالعزیز صاحب مرحوم و مکرمہ مبشرہ ذکاء صاحبہ۔ سمن آباد لاہور

ہمارے پیارے دادا جان ضلع گوجرانوالہ کے گاؤں ترگڑی میں 1875ء میں پیدا ہوئے۔ جہاں ان کے بزرگ ضلع امرتسر سے آ کر آباد ہوئے تھے۔ والدین نے اللہ رکھا نام رکھا۔ بہت چھوٹی عمر میں ہی والدین کے سایہ سے محروم ہو گئے اور بچپن بہت تلخ گزرا۔ لیکن ان تلخیوں نے سونے کے لئے آگ کا کام کیا اور آپ کندن بن گئے۔ جوانی میں کوئی مرد پورے علاقے میں آپ جیسا شہزور نہیں تھا۔ یہ بات مجھے آپ کے زندگی بھر کے دوست مولوی نور محمد صاحب نے آپ کی وفات کے بعد بتائی اور کہا کہ کلائی پکڑنا، کبڈی، کشتی اور سہاگہ اٹھانے میں آپ کا کوئی ثانی دُور دُور تک نہیں تھا۔ آپ نے اپنی اس طاقت اور بہادری کو احمدیت کی خدمت کے لئے خوب خوب استعمال کیا۔ جس کا ذکر آگے آئے گا۔ اپنی بھرپور جوانی کے زمانے میں 02-1901ء آپ کو بیعت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور ساتھ ہی حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کی دوستی۔ یہ دوستی دونوں بزرگوں نے مرتے دم تک نبھائی اور اس دوستی کا دادا جان مرحوم کو بہت فائدہ ہوا۔ اسی تعلق کی وجہ سے آپ کی احمدیت کے بارے میں معلومات وسیع ہوئیں اور صداقت حضرت مسیح موعود پر آپ کا ایمان مضبوط ہوا۔

چند ایمان افروز واقعات

ترگڑی میں مسجد

بیعت کے بعد جب دادا جان گاؤں واپس آئے تو دو تین گھر جلد ہی آپ کی دعوت الی اللہ سے احمدی ہو گئے۔ تب گاؤں میں مسجد بنانے کا خیال آیا۔ مشورہ کے بعد گاؤں کے باہر ایک جگہ خریدی گئی مگر جونہی بنیاد کی کھدائی شروع ہوئی تو سخت مخالفت بھی شروع ہو گئی۔ آپ کا رعب و دبدبہ ایسا تھا کہ اہل دین نے گاؤں کے سکھوں اور ہندوؤں کو بھی ساتھ ملا لیا۔ ایک رات مسجد کی جگہ پر گدھے باندھ دیئے جن کی وجہ سے ساری جگہ گندی اور ناپاک ہو گئی۔ جوں توں کر کے صفائی کی گئی اور بنیادیں اٹھانی شروع کی گئیں ابھی کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ مخالفین کا ایک ہجوم لاٹھیاں لے کر آ پہنچا اور للکار کر کہا کہ تعمیر روک دی جائے ورنہ انجام اچھا نہ ہو گا۔ دادا جان مرحوم بھی اپنے ساتھ ڈانگ رکھا کرتے تھے اور تیاری کر کے گئے تھے آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کام نہیں روکنا چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ پھر آپ اکیلے مخالفین کے مقابلہ میں ڈانگ چلانے لگے اور مخالف گرنے لگے کوئی دو گھنٹے بعد جب بہت سے لوگ زخمی ہو کر گر گئے تو مخالفین چلے گئے اور مسجد بن گئی۔ مولوی نور محمد صاحب اس لڑائی میں مخالفین کی طرف سے شامل تھے۔ جب مسجد تعمیر ہو گئی تو دادا جان مرحوم کسی بہانے مولوی نور محمد صاحب کو لاہور لے آئے پھر قادیان لے گئے۔ یہاں آپ نے ان کی ملاقات حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی سے کروائی۔ جن کی باتیں سن کر آپ نے فوری طور پر بیعت کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس پر مولوی راجیکی صاحب نے فرمایا: ابھی آپ اپنے دوست کے ساتھ واپس گاؤں چلے جائیں گھر والوں اور گاؤں والوں کا رویہ دیکھنے کے بعد اگر آپ کا دل کہے تو واپس آ کر بیعت کر لیں۔ مولوی نور محمد صاحب کی طبیعت میں تیزی تھی۔ فوراً کہنے لگے ''مولوی صاحب تہانوں یقین اے کہ میں زندہ پنڈ پہنچ جانواں گا تے زندہ واپس آ جاواں گا'' یعنی آپ کو یقین ہے کہ میں زندہ گاؤں پہنچ جاؤں گا اور زندہ ہی واپس آ جاؤنگا۔ اس پر حضرت مولوی راجیکی صاحب نے ہاں کر دی اور آپ اسی دن بیعت کر کے حضرت مسیح موعودؑ کے غلاموں میں شامل ہو گئے۔ کئی سالوں بعد جب میں نے اس واقعہ کے متعلق اپنے مرحوم والد صاحب میاں عبدالحفیظ صاحب سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارے دادا جان کے بعد مولوی نور محمد صاحب ایک مضبوط اور بہادر آدمی تھے اور تمہارے دادا جان نے حالات کو بھانپتے ہوئے یہ ضروری سمجھا تھا کہ

اگر وہ بھی احمدی ہو جائیں تو جماعت مضبوط ہو جائے گی۔ پھر فرمایا کہ تمہارے دادا جان بالکل ان پڑھ مگر بلا کے ذہین تھے اور اپنی اس خداداد صلاحیت کو انہوں نے دعوت الی اللہ کے لئے عمدہ طریقے سے استعمال کیا۔ ان کا طریقہ نہایت سادہ تھا۔ ٹھیکیداری کرتے تھے اور ہر روز کئی مزدور کام کے بعد دیہاڑیوں (اجرت) کی وصولی کے لئے ہمارے گھر (پہلے گوالمنڈی والے گھر میں اور بعد میں محمد نگر والے گھر) میں آیا کرتے تھے۔ جب تمام مزدور آجاتے تو میرے والد صاحب مرحوم حضرت مسیح موعودؑ کی کسی کتاب کا آدھے گھنٹے کا درس دیا کرتے تھے۔ پھر سب کو ادائیگی کی جاتی اور ہر ٹھیکہ کے دوران دو چار بیعتیں ہو جایا کرتی تھیں۔

سلسلہ کے لئے آپ کی غیرت

محترم عبدالمجید بٹ صاحب جو کہ ربوہ میں رہتے تھے اور نیشنل بنک آف پاکستان کے سینئر افسر کے طور پر ریٹائرڈ تھے۔ کوئی چند سال پہلے فوت ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔ آپ دادا جان مرحوم کے زیر دعوت رہتے ہوئے احمدی ہوئے۔ اس پر ان کے والد نے ان کو گھر میں سنگلوں سے باندھ دیا اور بہت مارا۔ جب دادا جان مرحوم کو اس بات کا علم ہوا تو وہ غصے سے آگ بگولہ ہو گئے اور فوری طور پر مجید صاحب کے گھر پہنچے اور آپ کے والد کو بہت ڈانٹ ڈپٹ کی۔ اس کے بعد مجید صاحب کو کھول کر اپنے ساتھ لے آئے اور جب میرے والد صاحب لاہور شفٹ ہو گئے تو آپ بھی وہیں آگئے جہاں پہلے سے مولانا برکات احمد صاحب راجیکی میرے والد صاحب کے ساتھ رہتے تھے۔ آپ اکثر میرے دادا جان مرحوم کے واقعات ہمیں سنایا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک بات یہ بتائی کہ میں نے تمہارے دادا جان مرحوم کے ساتھ ریل کا کوئی سفر ایسا نہیں کیا جس میں احمدیت کے معاملے میں بحث نہ ہوئی ہو۔ وہ سلسلے کے خلاف کوئی بات سن ہی نہیں سکتے تھے۔

آپ کی ذہانت اور پڑھنے کا شوق

والدین کی کم سنی میں وفات کی وجہ سے سکول تو نہ جا سکے لیکن حصول علم کا شوق انتہا کا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ذہن رسا عطا فرمایا تھا۔ لہٰذا سلسلہ کے اخبار اور کتب پڑھنا سیکھ لیا اس کے علاوہ پنجابی صوفیا کا اکثر کلام آپ کو زبانی یاد تھا اور کئی دفعہ حضرت سلطان باہوؒ اور میاں محمد بخش صاحب کا کوئی شعر پڑھتے اور ہم بچوں کو سمجھاتے کہ دیکھو اس میں حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق پیش گوئی ہے۔ ہر چھوٹے بڑے سفر میں الفضل اخبار ساتھ رکھتے تھے اور دوسروں کے سامنے کر کر کے پڑھتے تھے اور یہ وجہ بنتی تھی مناقشوں کی بھی اور سعید روحوں کے قبول احمدیت کی بھی۔

حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ کے ساتھ دوستی

قادیان ہی میں پہلی ملاقات میں دونوں بزرگوں کی طبائع کچھ ایسی ملیں کہ تاحیات دوستی رہی۔ حضرت مولوی راجیکی صاحب نے اپنے اس دوست کا ذکر حیاتِ قدسی میں بھی کیا ہے۔ آپ کے بیٹے مولانا برکات احمد صاحب راجیکی مرحوم تو کئی سال مسلسل ہمارے لاہور والے گھر میں رہے اور حضرت مولوی صاحب بھی جب سلسلے کے کاموں کی وجہ سے کسی ایسے شہر میں جاتے جہاں دادا جان مرحوم نے ٹھیکہ لیا ہوتا تو آپ کے پاس ہی قیام فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح ایک دفعہ دادا جان کے ہاں سیالکوٹ میں تشریف فرما تھے تو دادی جان نے آپ سے ٹھیک ٹھاک گلہ کر دیا کہ ''تسی ایڈے وڈے مولوی بنے پھر دے او تے ساڈا کوئی بال (بچہ) ای نئی بچدا''یعنی آپ اتنے بڑے دعا گو اور مولانا سمجھے جاتے ہیں لیکن ہمارا کوئی بچہ نہیں بچتا وجہ یہ تھی کہ دادا جان مرحوم کے سب بچے چند دن سے زیادہ نہیں زندہ رہتے تھے اور دادی جان بہت پریشان تھیں مولوی صاحب کو وجہ معلوم تھی لہٰذا مسکرا کر دادی جان کے سر پہ ہاتھ رکھا'' خدا دے بندے رب تینوں اک پتر دے گا جیہڑا نیک تے کثیر العیال صالح ہوئے گا لمبی عمر پائے گا''یعنی اللہ تمہیں ایک بیٹا دے گا جو نیک صالح، لمبی عمر پانے والا ہو گا۔ اس واقعہ کے بعد میرے والد محترم میاں عبدالحفیظ صاحب پیدا ہوئے اور حضرت مولوی صاحب کی تینوں باتیں حرف بہ حرف پوری ہوئیں آپ کے بعد تین بچے اور پیدا ہوئے لیکن زندہ نہ رہے۔

حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ اکثر مناظروں میں دادا جان مرحوم کو ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے اعتراض کر دیا کہ میاں اللہ رکھا جو پڑھا لکھا نہیں اس کو ہمیشہ ساتھ کیوں لے جاتے ہیں۔ یہ سن کر مولوی صاحب نے فرمایا کہ تقریر کے بعد بعض اوقات فساد ہو جاتا ہے اور بہت سارے لوگ سٹیج چھوڑ کر اِدھر اُدھر ہو جاتے ہیں اور جب لوگ میری طرف دوڑتے ہیں

اس وقت میاں اللہ رکھا بعض اوقات اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر ڈانگ چلا کر میری حفاظت کرتا ہے اور صورت حال چاہے کتنی بھی خطرناک ہو جائے یہ پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اس کے بعد پھر کسی نے اعتراض نہ کیا۔

اللہ تعالیٰ کا آپ پر ایک عظیم احسان

خلافتِ ثانیہ کے موقع پر جماعت پر ایک ابتلاء آیا۔ بہت سے بدقسمت ٹھوکر کھا گئے۔ پیغامیوں کے لیڈر مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب تھے ان دونوں سے دادا جان مرحوم کے ذاتی تعلقات تھے جس کی وجہ سے آپ کی طبیعت ان کی طرف مائل تھی لیکن ایک بے چینی بھی تھی جو کسی طرح کم نہیں ہوتی تھی۔ دادا جان بتایا کرتے تھے کہ انہوں نے گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی تو خواب دیکھا کہ دادا جان مولوی محمد علی اور خواجہ کمال الدین اکٹھے کیلیا نوالی گلی (برانڈ رتھ روڈ) پر احمدیہ بلڈنگس کی طرف پیدل جا رہے ہیں۔ دادا جان فرمایا کرتے تھے کہ مولوی محمد علی اور خواجہ کمال الدین دونوں کی قمیص ناف سے نیچے کٹی ہوئی ہے جس سے میں پریشان ہوا اور اس کی وجہ پوچھنے ہی والا تھا کہ وہ دونوں بائیں طرف ایک گلی میں مڑ گئے میں نے کہا کہ یہ گلی تو آگے سے بند ہے تو تم کیوں ادھر جا رہے ہو ہمیں تو سیدھا جانا ہے اس پر دونوں نے کہا میاں اللہ رکھا صاحب آپ کو نہیں پتہ ہم ٹھیک راستے پر جا رہے ہیں۔ اس کے بعد دادا جان مرحوم کی آنکھ کھل گئی۔ اگلی صبح آپ قادیان روانہ ہو گئے کیونکہ خدا تعالیٰ نے خود آپ کو صحیح راستہ بتا دیا تھا۔ اس خواب کو اکثر یاد کرتے اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے۔ اے مالکِ ارض و سما تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے ہمارے دادا جان مرحوم کو یہ خواب دکھلایا اور ان کی خود راہنمائی فرمائی کیونکہ آج ہم اگر احمدی ہیں تو اس خواب کی وجہ سے۔

کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس
وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار!

محمد نگر میں احمدیہ مسجد کی تعمیر

لاہور کے اس محلے کو دادا جان مرحوم نے 1933ء میں بسایا تھا اور آپ نے ہی اس کا نام محمد نگر رکھا تھا ہم لوگ مستقل رہائش کے لئے گاؤں سے لاہور آ گئے جس کی بڑی وجہ میری تعلیم تھی۔ شروع میں تو نماز ایک گھر میں پڑھی جاتی تھی مگر بعد میں جلد ہی دادا جان مرحوم نے مسجد بنانے کی خواہش کا اظہار کیا اور سب احمدیوں نے اپنی اپنی ہمت کے مطابق چندہ دیا اور پارٹیشن کے بعد لاہور کی پہلی احمدیہ بیت الذکر محمد نگر میں بن گئی۔ میں نے دادا جان کو 75 سال کی عمر میں اس بیت الذکر کی تعمیر میں نوجوانوں کی طرح کام کرتے ہوئے دیکھا وہ اس مسجد کے ڈیزائنر بھی تھے، معمار بھی تھے اور مزدور بھی تھے۔ اب محمد نگر میں مسجد کی چند سال قبل تعمیر ہو چکی ہے اور یہ بیت الذکر آباد ہے۔ جب دادا جان مرحوم 1960ء میں فوت ہوئے تو محمد نگر میں ہی دفن ہوئے۔

اللہ تعالیٰ آپ سے خاص شفقت کا سلوک فرمائے اور اپنے قرب کے بلند ترین درجات عطا فرمائے۔ آمین۔

یہاں یہ بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ احمدیوں کے علاوہ محمد نگر کے غیر از جماعت لوگوں نے بھی قبرستان میں آپ کا جنازہ پڑھا تھا۔ محمد نگر ایک زمانے میں احمدیوں کا محلّہ بھی کہلاتا تھا۔ 1953ء میں یہاں احمدیوں کے 36 گھر تھے اور فسادات کے دوران غیر از جماعت نوجوانوں نے احمدی گھروں کے باہر پہرے دیئے۔ یہ تھی وہ برکت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیح موعود علیہ السلام کے ایک غلام کے لگائے ہوئے پودے کو عطا فرمائی۔

ایسے بزرگوں کے حالات قلمبند کرنے کے دو بڑے مقاصد ہوئے ہیں۔ پہلا یہ کہ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے اور دوسرا یہ کہ احمدیوں کی پانچویں اور چھٹی نسل کو یہ معلوم ہو جائے کہ کیسے کیسے لوگ تھے جن کو خدا اپنے پیارے مسیح موعودؑ کی غلامی میں لایا۔ یقیناً ان بزرگوں کی زندگیاں آج کی نوجوان نسل کے لئے مشعل راہ ہیں۔ غالب نے بھی کیا خوب کہا ہے:

؎ سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم　　اب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

کیفیتِ نزولِ وحی صاحبِ تجربہ کے قلم سے

امتہ الباری ناصر

اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر فرشتے اُترتے ہیں

ارشادِ ربّانی ہے:

ترجمہ ''وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا ربّ اللہ ہے اور باطل خداؤں سے الگ ہو گئے پھر استقامت اختیار کی یعنی طرح طرح کی آزمائشوں اور بلا کے وقت ثابت قدم رہے اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ تم مت ڈرو اور مت غمگین ہو اور خوشی سے بھر جاؤ کہ تم اس خوشی کے وارث ہو گئے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ ہم اس دنیوی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں'' (حٰمٓ السّجدہ: 32,31)

(روحانی خزائن جلد10 اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ 419)

حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام مندرجہ بالا آیت کی تفسیر فرماتے ہیں:

''یعنی جو لوگ خدا پر ایمان لا کر پوری پوری استقامت اختیار کرتے ہیں اُن پر خدائے تعالیٰ کے فرشتے اُترتے ہیں اور یہ الہام اُنکو کرتے ہیں کہ تم کچھ خوف اور غم نہ کرو تمہارے لئے وہ بہشت ہے جس کے بارے میں تمہیں وعدہ دیا گیا ہے سو اس آیت میں بھی صاف لفظوں میں فرمایا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے نیک بندے غم اور خوف کے وقت خدا سے الہام پاتے ہیں۔ اور فرشتے اُتر کر اُن کی تسلی کرتے ہیں اور پھر ایک اور آیت میں فرمایا ہے: لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدنيا والاٰخِرَةِ یعنی خدا کے دوستوں کو الہام اور خدا کے مکالمہ کے ذریعے سے اس دنیا میں خوشخبری ملتی ہے اور آئندہ زندگی میں بھی ملے گی۔''

(روحانی خزائن جلد 10 اسلامی اصول کی فلاسفی 437)

سلسلہء وحی والہام اطاعتِ محمد مصطفیٰ ﷺ سے مشروط ہے

''خدا تعالیٰ اُمت محمدیہ میں کہ جو سچے دین پر ثابت اور قائم ہیں ہمیشہ ایسے لوگ پیدا کرتا ہے کہ جو خدا کی طرف سے ملہم ہو کر ایسے امورِ غیبیہ بتلاتے ہیں جن کا بتلانا بجز خدائے واحد لاشریک کے کسی کے اختیار میں نہیں اور خداوند تعالیٰ اس پاک الہام کو اُنہیں ایمانداروں کو عطا کرتا ہے کہ جو سچے دل سے قرآن شریف کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور صدق اور اخلاص سے اس پر عمل کرتے ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خدا کا سچا اور کامل پیغمبر اور سب پیغمبروں سے افضل اور اعلیٰ اور بہتر اور خاتم الرسل اور اپنا ہادی اور رہبر سمجھتے ہیں۔''

(روحانی خزائن جلد اوّل براھین احمدیہ صفحہ 238)

فیض وحی آنحضرت ﷺ کی پیروی کے وسیلے سے

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

''وہ خاتم الانبیاء بنے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور اُس کی اُمت کے لئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا اور بجز اس کے کوئی نبی صاحبِ خاتم نہیں ایک وہی ہے جس کی مُہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے اُمتی ہونا لازمی ہے اور اُس کی ہمت اور ہمدردی نے اُمت کو ناقص حالت پر چھوڑنا نہیں چاہا اور اُن پر وحی کا دروازہ جو حصولِ معرفت کی اصل جڑھ ہے بند رہنا گوارا نہیں کیا ہاں اپنی ختم رسالت کا نشان قائم رکھنے کے لئے یہ چاہا کہ فیض وحی آپ ؐ کی پیروی کے وسیلہ سے ملے اور جو شخص اُمّتی نہ ہو اُس پر وحی کا دروازہ بند ہو سو خدا نے ان معنوں میں آپ ؐ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا''

(روحانی خزائن جلد22 حقیقہ الوحی صفحہ 29-30)

وحی والہام تابعینِ خیر الرسل ؐ کا مقدر ہے

الہام ایک واقعی اور یقینی صداقت ہے جس کا مقدس اور پاک چشمہ دینِ اسلام ہے اور

خدا جو قدیم سے صادقوں کا رفیق ہے دوسروں پر یہ نورانی دروازہ ہرگز نہیں کھولتا اور اپنی خاص نعمت غیر کو ہرگز نہیں دیتا اور کیوں کر دے کیا ممکن ہے کہ جو شخص اپنے گھر کے تمام دروازے بند کر کے اور آنکھوں پر پردہ ڈال کے بیٹھا ہوا ہے وہ ایسا ہی روشنی کو پاوے جیسا وہ شخص جس کے سب دروازے کھلے ہیں اور جس کی آنکھوں پر کوئی پردہ نہیں کیا اعمیٰ اور بصیر کبھی مساوی ہو سکتے ہیں کیا ظلمت نور کا مقابلہ کر سکتی ہے کیا ممکن ہے کہ مجذوم جس کا تمام بدن جذام خوردہ ہے اور جس کے اعضاء متعفن ہو کر گر جاتے ہیں وہ اپنی بدنی حالت میں اس جماعت کی برابری کر سکے جس کو خدا نے کامل تندرستی اور خوبصورتی عطا فرمائی ہے ہم ہر وقت طالبِ صادق کو اس بات کو ثبوت دینے کے لئے موجود ہیں کہ وہ روحانی اور حقیقی اور سچی برکتیں کہ جو تابعینِ حضرتِ خیر الرسلؐ میں پائی جاتی ہیں کسی دوسرے فرقے میں ہرگز موجود نہیں

(روحانی خزائن جلد اوّل براھین احمدیہ صفحہ 288-289)

نزولِ وحی کے وقت آسمانوں پر لرزہ

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ابن جریر اور ابن کثیر سے ایک حدیث تحریر کی ہے جس کا ترجمہ ہے:

نواس بن سمعان سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس وقت خدا تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ کوئی امر وحی اپنی طرف سے نازل کرے تو بطور وحی متکلم ہوتا ہے یعنی ایسا کلام کرتا ہے جو ابھی اجمال پر مشتمل ہوتا ہے اور ایک چادر پوشیدگی کی اُس پر ہوتی ہے تب اُس مجوب المفہوم کلام سے ایک لرزہ آسمانوں پر پڑ جاتا ہے جس سے وہ ہولناک کلام تمام آسمانوں میں پھر جاتا ہے اور کوئی نہیں سمجھتا کہ اس کے کیا معنی ہیں اور خوفِ الٰہی سے ہر یک فرشتہ کانپنے لگتا ہے کہ خدا جانے کیا ہونے والا ہے اور اُس ہولناک آواز کو سُنکر ہر یک فرشتہ پر غشی طاری ہو جاتی ہے اور وہ سجدہ میں گر جاتے ہیں پھر سب سے پہلے جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سجدہ سے سر اُٹھاتا ہے اور خدا تعالیٰ اس وحی کی تمام تفصیلات اُس کو سمجھا دیتا ہے اور اپنی مراد اور منشاء سے مطلع کر دیتا ہے تب جبرائیل اُس وحی کو لے کر تمام فرشتوں کے پاس جاتا ہے جو مختلف آسمانوں میں ہیں اور ہر یک فرشتہ اُس سے پوچھتا ہے کہ یہ آواز ہولناک کیسی تھی اور اس سے کیا مراد تھی تب جبرائیل اُن کو یہ جواب دیتا ہے کہ یہ ایک امرِ حق ہے اور خدا تعالیٰ بلند اور نہایت بزرگ ہے یعنی یہ وحی اُن حقائق میں سے ہے جن کا ظاہر کرنا اُس اَلْعَلِیُّ الْکَبِیْر نے قرین مصلحت سمجھا تب وہ سب اُس کے ہمکلام ہو جاتے ہیں۔ پھر جبرائیل اُس وحی کو اس جگہ پہنچا دیتا ہے جس جگہ پہنچانے کے لئے اُس کو حکم تھا خواہ آسمان یا زمین۔

(روحانی خزائن جلد5 آئینہ کمالات اسلام صفحہ 107 تا صفحہ 109)

سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تُو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

''میں نے محض خدا تعالیٰ کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سیّد و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا اُس پیروی سے پایا۔۔۔ اور یہ سب نعمتیں آنحضرت ﷺ کی پیروی سے بطور وراثت ملتی ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (ال عمران :32)

یعنی اُن کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے۔''

(روحانی خزائن جلد22 حقیقۃ الوحی صفحہ 65,64)

''اللہ تعالیٰ نے اپنا کسی کسی کے ساتھ پیار کرنا اس بات سے مشروط کیا ہے کہ ایسا شخص آنحضرت ﷺ کی پیروی کرے چنانچہ میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے۔ اس طرح پر کہ خود اُس کے دل میں محبت الٰہی کی ایک سوزش پیدا کر دیتا ہے۔۔۔ پھر جیسا جیسا اُن پر زمانہ گزرتا ہے وہ اندرونی آگ عشق اور محبت الٰہی کی بڑھتی جاتی ہے اور ساتھ ہی محبت رسول کی آگ ترقی پکڑتی ہے اور ان تمام امور میں خدا اُن کا متولی اور متکفل ہوتا ہے۔ اور جب وہ محبت اور عشق کی آگ انتہا تک پہنچ جاتی ہے تب وہ نہایت بے قراری اور دردمندی سے چاہتے ہیں کہ خدا کا جلال زمین پر ظاہر ہو اور اسی میں اُن کی لذّت اور یہی اُن کا آخری مقصد ہوتا ہے تب اُن کے لئے زمین پر خدا تعالیٰ کے نشان ظاہر ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کسی کے لئے اپنے عظیم الشان نشان ظاہر نہیں کرتا اور کسی کو آئندہ زمانے کی عظیم الشان خبریں نہیں دیتا مگر اُنہیں کو جو اس کے عشق اور محبت میں محو ہوتے ہیں اور اُس کی توحید اور جلال کے ظاہر ہونے کے ایسے خواہاں ہوتے ہیں جیسا کہ وہ خود ہوتا ہے۔ یہ بات اُنہیں سے مخصوص ہے کہ حضرت الوہیت کے خاص اسرار اُن پر ظاہر ہوتے ہیں اور غیب کی باتیں کمال صفائی سے اُن پر منکشف کی جاتی ہیں اور یہ خاص عزت دوسرے کو نہیں دی جاتی۔''

(روحانی خزائن جلد22 حقیقۃ الوحی صفحہ 67-68)

مکالمہء الٰہی سے مشرف ہونے کا مقام

''۔۔۔ جب انسان کی روح نفسانی آلائشوں سے پاک ہو کر اور اسلام کی واقعی حقیقت

سے کامل رنگ پکڑ کر خداتعالیٰ کی بے نیاز جناب میں رضا اور تسلیم کے ساتھ پوری پوری وفاداری کو لے کر اپنا سر رکھ دیتی ہے اور ایک سچی قربانی کے بعد جو فدائے نفس و مال و عزت و دیگر لوازم محبوبہء نفس سے مراد ہے محبت اور عشقِ مولیٰ کے لئے کھڑی ہو جاتی ہے اور تمام حُجبِ نفسانی جو اُس میں اور اُس کے ربّ میں دُوری ڈال رہے تھے معدوم اور زائل ہو جاتے ہیں اور ایک انقلابِ عظیم اور سخت تبدیلی اس انسان کی صفات اور اس کی اخلاقی حالت اور اس کی زندگی کے تمام جذبات میں پیدا ہو کر ایک نئی پیدائش اور نئی زندگی ظہور میں آجاتی ہے اور اس کی نظرِ شہود میں وجود غیر بکلّی معدوم ہو جاتا ہے۔تب ایسا انسان اس لائق ہو جاتا ہے کہ مکالمہء الٰہی سے بکثرت مشرف ہو اور مکالمہء الٰہی کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ محدود اور مشتبہ معرفت سے انسان ترقی کر کے اس درجہ شہود پر پہنچتا ہے کہ گویا خداتعالیٰ کو اس نے دیکھ لیا ہے۔سو یہ وہ مقام ہے جس پر تمام مقامات معرفت وخداشناسی کے ختم ہو جاتے ہیں اور یہی وہ آخری نقطہ کمالات بشریہ کا ہے جس سے بڑھ کر عرفان کے پیاسوں کے لئے اس دنیا میں ہرگز میسّر نہیں آسکتا اور نبیوں اور محدثوں کے لئے اس کے حصول کا اکثر طور پر قدرتی طریق یہ ہے کہ جب خداتعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی پر اُن میں سے اپنا کلام نازل کرے تو روحانی طور پر بغیر توسط جسمانی اسباب کے اس پر ربودگی اور بے ہوشی طاری کی جاتی ہے۔تب وہ شخص اپنے وجود سے بکلّی گم ہو کر بلا اختیار جنابِ الٰہی کی ایک خاص کشش سے گہرے غوطے میں چلا جاتا ہے اور ہوش آنے کے وقت اپنے ساتھ ایک کلام لذیذ لے آتا ہے وہی وحی الٰہی ہے

(روحانی خزائن جلد3 ازالہء اوہام صفحہ599)

''وحی ایک الٰہی آواز ہے جو معرفت اور اطمینان سے رنگین کرنے کے لئے منجانب اللہ پیرایہ مکالمہ ومخاطبہ میں ظہور پذیر ہوتی ہے اور اس سے بڑھ کر اُس کی کیفیت بیان کرنا غیر ممکن ہے کہ وہ صرف الٰہی تحریک اور ربانی نفخ سے بغیر کسی قسم کے فکر اور تدبر اور خوض اور غور اور اپنے نفس کے دخل کے خدائے تعالیٰ کی طرف سے ایک قدرتی ندا ہے جو لذیذ اور پُر برکت الفاظ میں محسوس ہوتی ہے اور اپنے اندر ایک ربّانی تجلّی اور الٰہی صولت رکھتی ہے''

(روحانی خزائن جلد5 آئینہ کمالات اسلام صفحہ 232)

دل علوم مخفیہ کا سرچشمہ

''میں پینتیس برس سے اس بات کا مشاہدہ کر رہا ہوں کہ خدا کا الہام جو معارفِ روحانیہ اور علوم غیبیہ کا ذخیرہ ہے دل پر ہی نازل ہوتا ہے۔بسا اوقات ایک ایسی آواز سے دل کا سرچشمہء علوم ہونا کھل جاتا ہے کہ وہ آواز دل پر اس طور سے بشدّت پڑتی ہے کہ جیسے ایک ڈول زور کے ساتھ ایک ایسے کنویں میں پھینکا جاتا ہے جو پانی سے بھرا ہوا ہے تب وہ دل کا پانی جوش مار کر ایک غنچہ کی شکل میں سربستہ اوپر کو آتا ہے اور دماغ کے قریب ہو کر پھول کی طرح کھل جاتا ہے اور اس میں سے ایک کلام پیدا ہوتا ہے وہی خدا کا کلام ہے۔پس ان تجاربِ صحیحہ روحانیہ سے ثابت ہے کہ دماغ کو علوم اور معارف سے کچھ تعلق نہیں ہاں اگر دماغ صحیح واقعہ ہو اور اس میں کوئی آفت نہ ہو تو وہ دل کے علوم مخفیہ سے مستفیض ہوتا ہے۔اور دماغ چونکہ مثبتِ اعصاب ہے اس لئے وہ ایسی کل کی طرح ہے جو پانی کو کنویں سے کھینچ سکتی ہے اور دل وہ کنواں ہے جو علوم مخفیہ کا سرچشمہ ہے یہ وہ راز ہے جو اہلِ حق نے مکاشفات صحیحہ کے ذریعہ سے معلوم کیا ہے۔میں خود صاحبِ تجربہ ہوں''

(روحانی خزائن جلد 23 چشمہء معرفت صفحہ 283)

تھا برس چالیس کا میں اس مسافر خانہ میں
جبکہ میں نے وحیِ ربّانی سے پایا افتخار
اب ذرا سوچو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے
اس قدر امرِ نہاں پر کس بشر کو اقتدار

درّثمین

الہام کی پانچ صورتیں

''جب خداوند تعالیٰ کوئی امرِ غیبی اپنے بندہ پر ظاہر کرنا چاہتا ہے تو کبھی نرمی سے اور کبھی سختی سے بعض کلمات زبان پر تھوڑی غنودگی کی حالت میں جاری کر دیتا ہے اور جو کلمات سختی اور گرانی سے جاری ہوتے ہیں وہ ایسی پُر شدّت اور عنیف صورت میں زبان پر وارد ہوتے ہیں جیسے گڑھے یعنی اولے یکبارگی ایک سخت زمین پر گرتے ہیں یا جیسے تیز اور پُر زور رفتار میں گھوڑے کا سُم زمین پر پڑتا ہے۔اس الہام میں ایک عجیب سُرعت اور شدّت اور ہیبت ہوتی ہے جس سے تمام بدن متاثر ہو جاتا ہے اور زبان ایسی تیزی اور بارعب آواز میں خود بخود دوڑتی چلی جاتی ہے کہ گویا وہ اپنی زبان ہی نہیں اور ساتھ اس کے جو ایک تھوڑی سی غنودگی اور ربودگی ہوتی ہے وہ الہام کے تمام ہونے کے بعد فی الفور دُور ہو جاتی ہے اور جب تک کلمات الہام تمام نہ ہوں تب تک انسان ایک میّت کی طرح بےحس وحرکت پڑا ہوتا ہے۔''

(روحانی خزائن جلد 1 براھین احمدیہ صفحہ 248)

''صورت دوم الہام کی جس کا میں باعتبار کثرت عجائبات کے کامل الہام نام رکھتا ہوں یہ ہے کہ جب خدائے تعالیٰ اپنے بندہ کو کسی امرِ غیبی پر بعد دعا اس بندہ کے یا خود بخود مطلع کرنا چاہتا ہے تو یکدفعہ ایک بے ہوشی اور ربودگی اس پر طاری کر دیتا ہے جس سے وہ بالکل اپنی ہستی سے کھویا جاتا ہے اور ایسا اس بے خودی اور ربودگی اور بے ہوشی میں ڈوبتا ہے جیسے کوئی پانی میں غوطہ مارتا ہے۔اور نیچے پانی کے چلا جاتا ہے غرض جب بندہ

اس حالت ربودگی سے کہ جوغوطہ سے بہت ہی مشابہ ہے باہر آتا ہے تو اپنے اندر کچھ ایسا مشاہدہ کرتا ہے جیسے ایک گونج پڑی ہوئی ہوتی ہے۔ اور جب وہ گونج کچھ فرو ہوتی ہے تو ناگہاں اُس کو اپنے اندر سے ایک موزوں اور لطیف اور لذیذ کلام محسوس ہو جاتی ہے۔ اور یہ غوطہ ربودگی کا ایک نہایت عجیب امر ہے جس کے عجائبات بیان کرنے کے لئے الفاظ کفایت نہیں کرتے یہی حالت ہے جس سے ایک دریا معرفت کا انسان پر کھل جاتا ہے کیونکہ جب بار بار دعا کرنے کے وقت خداوند تعالیٰ اس حالتِ ربودگی کو اپنے بندے پر وارد کر کے اس کی ہر یک دعا کا اس کو ایک لطیف اور لذیذ کلام میں جواب دیتا ہے اور ہر یک استفسار کی حالت میں وہ حقائق اس پر کھولتا ہے جن کا کھلنا انسان کی طاقت سے باہر ہے تو یہ امر اس کے لئے موجب مزید معرفت اور باعثِ عرفانِ کامل ہو جاتا ہے بندہ کا دعا کرنا اور خدا کا اپنی الوہیت کی تجلّی سے ہر یک دعا کا جواب دینا یہ ایک ایسا امر ہے کہ گویا اسی عالم میں بندہ اپنے خدا کو دیکھ لیتا ہے۔

(روحانی خزائن جلد1 براھینِ احمدیہ صفحہ 261, 262)

صورت سوم: الہام کی یہ ہے کہ نرم اور آہستہ طور پر انسان کے قلب پر القاء ہوتا ہے۔ یعنی یک مرتبہ دل میں کوئی کلمہ گزر جاتا ہے جس میں وہ عجائبات بہ تمام وکمال نہیں ہوتے کہ جو دوسری صورت میں بیان کئے گئے ہیں بلکہ اس میں ربودگی اور غنودگی بھی شرط نہیں بسا اوقات عین بیداری میں ہو جاتا ہے اور اس میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا غیب سے کسی نے وہ کلمہ دل میں پھونک دیا ہے یا پھینک دیا ہے۔ انسان کسی قدر بیداری میں ایک استغراق اور محویت کی حالت میں ہوتا ہے اور کبھی بالکل بیدار ہوتا ہے کہ یک دفعہ دیکھتا ہے کہ ایک نو وارد کلام اُس کے سینہ میں داخل ہے یا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ معًا وہ کلام دل میں داخل ہوتے ہی اپنی پُر زور روشنی ظاہر کر دیتا ہے۔ اور انسان متنبہ ہو جاتا ہے کہ خدا کی طرف سے یہ القاء ہے۔ اور صاحب ذوق کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جیسے تنفّسی ہوا اندر جاتی ہے اور تمام دل وغیرہ کو راحت پہنچاتی ہے ویسا ہی وہ الہام دل کو تسلی اور سکینت اور آرام بخشتا ہے۔۔۔

صورت چہارم الہام کی یہ ہے کہ رویائے صالحہ صادقہ میں کوئی امر خدا تعالیٰ کی طرف سے منکشف ہو جاتا ہے یا کبھی کوئی فرشتہ انسان کی شکل میں متشکل ہو کر کوئی غیبی بات بتلاتا ہے یا کوئی تحریر کاغذ پر یا پتھر وغیرہ پر مشہود ہو جاتی ہے جس سے کچھ اسرار غیبیہ ظاہر ہوتے ہیں۔

(روحانی خزائن جلد 1 براھین احمدیہ صفحہ 273,274)

صورت پنجم الہام کی وہ ہے جس کا انسان کے قلب سے کچھ تعلق نہیں بلکہ ایک خارج سے آواز آتی ہے۔ اور یہ آواز ایسے معلوم ہوتی ہے جیسے ایک پردہ کے پیچھے سے کوئی آدمی بولتا ہے۔ مگر یہ آواز نہایت لذیذ اور شگفتہ اور کسی قدر سرعت کے ساتھ ہوتی ہے اور دل کو اس سے ایک لذّت پہنچتی ہے۔ انسان کسی قدر استغراق میں ہوتا ہے کہ یکدفعہ یہ آواز آجاتی ہے اور آواز سُنکر وہ حیران رہ جاتا ہے کہ کہاں سے یہ آواز آئی اور کس نے مجھ سے کلام کی۔ اور حیرت زدہ کی طرح آگے پیچھے دیکھتا ہے پھر سمجھ جاتا ہے کہ کسی فرشتہ نے یہ آواز دی۔

(روحانی خزائن جلد 1 براھین احمدیہ صفحہ 287)

زبان پر الٰہی تصرف

''الہام کے وقت میں قادر مطلق اپنے اُس تصرف بحث سے کام کرتا ہے جس میں اسباب اندرونی یا بیرونی کی کچھ آمیزش نہیں ہوتی۔ اُس وقت زبان خدا کے ہاتھ میں ایک آلہ ہوتا ہے جس طرح اور جس طرف چاہتا ہے اُس آلے کو یعنی زبان کو پھیرتا ہے اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ الفاظ زور کے ساتھ اور ایک جلدی سے نکلتے آتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جیسے کوئی لطف اور ناز سے قدم رکھتا ہے اور ایک قدم پر ٹھہر کر پھر دوسرا قدم اُٹھاتا ہے اور چلنے میں اپنی خوش وضع دکھلاتا ہے اور ان دونوں اندازوں کے اختیار کرنے میں حکمت یہ ہے کہ تاربّانی الہام کو نفسانی اور شیطانی خیالات سے امتیاز کلّی حاصل رہے''

(روحانی خزائن جلد 1 براھین احمدیہ صفحہ 570,571)

بلیغ، فصیح، لذیذ ٹکڑے

''الہام کے بارے میں ہمارا تجربہ ہے کہ تھوڑی سی غنودگی ہو کر اور بعض اوقات بغیر غنودگی کے خدا کا کلام ٹکڑہ ٹکڑہ ہو کر زبان پر جاری ہوتا ہے جب ایک ٹکڑہ ختم ہو چکتا ہے تو حالت غنودگی جاتی رہتی ہے پھر ملہم کے کسی سوال سے یا خود بخود خدا تعالیٰ کی طرف سے دوسرا ٹکڑہ الہام ہوتا ہے۔ اور وہ بھی اسی طرح کہ تھوڑی غنودگی وارد ہو کر زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بسا اوقات ایک ہی وقت میں تسبیح کے دانوں کی طرح نہایت بلیغ فصیح لذیذ فقرے غنودگی کی حالت میں زبان پر جاری ہوتے جاتے ہیں اور ہر ایک فقرہ کے بعد غنودگی دُور ہو جاتی ہے اور وہ فقرے یا تو قرآن شریف کی بعض آیات ہوتی ہیں یا اُن کے مشابہ ہوتے ہیں۔ اور اکثر علومِ غیبیہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان میں ایک شوکت ہوتی ہے اور دل پر اثر کرتے ہیں اور ایک لذّت محسوس ہوتی ہے۔ اس وقت دل نور میں غرق ہوتا ہے گویا خدا اُس میں نازل ہے اور دراصل اس کو الہام نہیں کہنا چاہیئے بلکہ یہ خدا کا کلام ہے۔''

(روحانی خزائن جلد 23چشمہء معرفت حاشیہ صفحہ 314)

''جو کچھ ہمارے تجربہ میں آیا ہے کہ وہ یہ ہے کہ اوّل دل پر اس کی سخت ضرب محسوس ہوتی ہے اور اس ضرب کے ساتھ ایک گونج پیدا ہوتی ہے اور پھر پھول کی طرح وہ شگفتہ ہو جاتا ہے۔ اور اس سے پاک اور لذیذ کلام نکلتا ہے۔ اور وہ کلام اکثر امور غیبیہ پر

مشتمل ہوتا ہے اور اپنے اندر ایک شوکت اور طاقت اور تاثیر رکھتا ہے اور ایک آہنی میخ کی طرح دل میں دھنس جاتا ہے اور خدا کی خوشبو اس سے آتی ہے۔"

(روحانی خزائن جلد 23 چشمہء معرفت حاشیہ صفحہ 315)

"۔۔۔ جب باری تعالیٰ کا ارادہ اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ اپنا کلام اپنے کسی ملہم کے دل تک پہنچاوے تو اُس کی اس متکلمانہ حرکت سے معاً جبریلی نور میں القاء کے لئے ایک روشنی کی موج یا ہوا کی موج یا ملہم کی تحریک لسان کے لئے ایک حرارت کی موج پیدا ہو جاتی ہے اور اُس تموج یا اُس حرارت سے بلا توقف وہ کلام ملہم کی آنکھوں کے سامنے لکھا ہوا دکھائی دیتا ہے یا کانوں تک اس کی آواز پہنچتی ہے یا زبان پر وہ روحانی الفاظ جاری ہوتے ہیں"

(روحانی خزائن جلد 3 توضیح مرام صفحہ 93)

طاقت، برکت اور کشش

"۔۔۔ یہی سنت اور قانون قدرت ہے کہ خدا کا کلام مع الفاظ دل پر نازل ہوتا ہے اور زبان پر جاری ہوتا ہے۔ وہ صرف مفہوم نہیں ہوتا بلکہ اُس کے ساتھ لفظ بھی ہوتے ہیں اور جیسا کہ خدا کا فعل بے نظیر ہے ایسا ہی وہ خدا کا کلام بھی بے مثل ہوتا ہے اس طرح پر کہ نہایت درجہ کی بلاغت فصاحت کے ساتھ امور غیبیہ سے بھرا ہوتا ہے۔ اور اس کے اندر ایک طاقت اور برکت اور کشش ہوتی ہے۔ جو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور ایک نور ہوتا ہے جو تاریکی کو دُور کرتا ہے اور پیروی کرنے والے کو اُس نور سے منور کرتا ہے اور اُس کو خدا سے نزدیک کر دیتا ہے۔۔۔"

(روحانی خزائن جلد 23 چشمہء معرفت صفحہ 93)

سوال جواب کا سلسلہ "جب ایک صادق انسان جس کا درحقیقت خدا تعالیٰ سے محبت اور وفا کا تعلق ہے اپنے اُس جوش تعلق میں اپنے ربّ کریم سے کسی حاجت کے متعلق کوئی سوال کرتا ہے تو ایسا ہوتا ہے کہ وہ ابھی دعا میں مشغول ہوتا ہے کہ ناگاہ ایک غنودگی اُس پر طاری ہو جاتی ہے۔ اور ساتھ ہی آنکھ کھلتی ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ اُس سوال کا جواب اُس غنودگی کے پردہ میں نہایت فصیح بلیغ الفاظ میں اس کو مل جاتا ہے وہ الفاظ اپنے اندر ایک شوکت اور لذت رکھتے ہیں اور اُن میں الوہیت کی طاقت اور قوت چمکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور میخ آہنی کی طرح دل کے اندر دھنس جاتے ہیں اور وہ الہامات اکثر غیب پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب ایک سوال کے بعد وہ صادق بندہ اُسی پہلے سوال کے متعلق کچھ اور عرض کرنا چاہتا ہے یا کوئی نیا سوال کرتا ہے تو پھر غنودگی اس پر طاری ہو جاتی ہے اور ایک سیکنڈ تک یا اس سے بھی کم تر حالت میں وہ غنودگی کھل جاتی ہے اور اُس میں سے پھر ایک پاک کلام نکلتا ہے۔ جیسے ایک میوہ کے غلاف میں سے اُس کا مغز نکلتا ہے۔ جو نہایت لذیذ اور پُر شوکت ہوتا ہے اسی طرح وہ خدا جو نہایت کریم اور رحیم اور اخلاق میں سب سے بڑھا ہوا ہے ہر ایک سوال کا جواب دیتا ہے اور جواب دینے میں نفرت اور بیزاری ظاہر نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ اگر ساٹھ یا ستر یا سو دفعہ سوال کیا جائے تو اس کا جواب اُسی صورت اور اُسی پیرایہ میں دیتا ہے یعنی ہر ایک سوال کے وقت ایک خفیف سی غنودگی وارد حال ہو جاتی ہے اور کبھی ایک بھاری غنودگی اور ربودگی طاری حال ہو جاتی ہے کہ گویا انسان ایک غشی کی حالت میں پڑ گیا ہے اور اکثر عظیم الشان امور میں اس قسم کی وحی ہوتی ہے۔ اور یہ وحی کی تمام قسموں میں برتر و اعلیٰ ہے۔ پس ایسے حالات میں جو سوال اور دعا کے وقت لحظہ لحظہ پر غنودگی طاری ہوتی ہے۔ اور اس غنودگی کے پردہ میں وحی الٰہی نازل ہوتی ہے یہ طرز غنودگی اسباب مادیہ سے برتر ہے اور جو کچھ طبعی والوں نے خواب کے متعلق قانونِ قدرت سمجھ رکھا ہے اُس کو پاش پاش کرتی ہے۔ ایسا ہی صدہا روحانی امور ہیں جو ظاہری فلسفہ والوں کے خیالات کو نہایت ذلیل ثابت کرتے ہیں بسا اوقات انسان کشفی رنگ میں کئی ہزار کوس کی دور چیزوں کو ایسے طور سے دیکھ لیتا ہے۔ کہ گویا وہ اُس کے آنکھ کے سامنے ہیں اور بسا اوقات اُن روحوں سے جو فوت ہو چکے ہیں عین بیداری میں ملاقات کرتا ہے۔۔۔"

(روحانی خزائن جلد 23 چشمہء معرفت 112,111)

تیرا ہے جو ہے میرا

"مجھے اس اللہ جل شانہٗ کی قسم ہے کہ یہ بات واقعی صحیح ہے کہ وحی آسمان سے دل پر ایسی گرتی ہے جیسے کہ آفتاب کی شعاع دیوار پر۔ میں ہر روز دیکھتا ہوں کہ جب مکالمہء الٰہیہ کا وقت آتا ہے تو اوّل یک دفعہ مجھ پر ایک ربودگی طاری ہوتی ہے تب میں ایک تبدیل یافتہ چیز کی مانند ہو جاتا ہوں اور میری حس اور میرا ادراک اور ہوش گو بگفتن باقی ہوتا ہے۔ مگر اس وقت میں پاتا ہوں کہ گویا ایک وجود شدید الطاقت نے میرے وجود کو اپنی مٹھی میں لے لیا ہے۔ اور اُس وقت احساس کرتا ہوں کہ میری ہستی کی تمام رگیں اُس کے ہاتھ میں ہیں اور جو کچھ میرا ہے اب وہ میرا نہیں بلکہ اُس کا ہے۔ جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو اُس وقت سب سے پہلے خدا تعالیٰ دل کے اُن خیالات کو میری نظر کے سامنے پیش کرتا ہے جن پر اپنے کلام کی شعاع ڈالنا اس کو منظور ہوتا ہے تب ایک عجیب کیفیت سے وہ خیالات یکے بعد دیگرے نظر کے سامنے آتے ہیں۔ اور ایسا ہوتا ہے کہ جب ایک خیال مثلاً زید کی نسبت دل میں آیا کہ وہ فلاں مرض سے صحت یاب ہو گا یا نہ ہو گا تو جھٹ اُس پر ایک ٹکڑا کلام الٰہی کا ایک شعاع کی طرح گرتا ہے اور بسا اوقات اُس کے گرنے سے تمام بدن ہل جاتا ہے۔ پھر وہ مقدمہ طے ہو کر دوسرا خیال سامنے آتا ہے۔ ادھر وہ خیال نظر کے سامنے کھڑا ہوا اور ادھر ساتھ ہی ایک ٹکڑا الہام کا اُس پر گرا جیسا کہ ایک تیر انداز ہر یک شکار کے نکلنے پر تیر مارتا جاتا ہے اور عین اُس وقت میں محسوس ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ خیالات کا ہماری ملکہء فطرت سے پیدا ہوتا ہے اور کلام جو

اُس پر گرتا ہے وہ اوپر سے نازل ہوتا ہے۔"

(روحانی خزائن جلد 6 برکات الدعا صفحہ 22)

ملائکہ کو دیکھتا ہوں

"میں نے دیکھا ہے کہ اس وحی کے وقت جو برنگِ وحی ولایت میرے پر نازل ہوتی ہے۔ایک خارجی اور شدید الاثر تصرف کا احساس ہوتا ہے۔اور بعض دفعہ یہ تصرف ایسا قوی ہوتا ہے کہ مجھ کو اپنے انوار میں ایسا دبا لیتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ میں اُس کی طرف ایسا کھنچا گیا ہوں کہ میری کوئی قوت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔اس تصرف میں کھلا اور روشن کلام سنتا ہوں بعض دفعہ ملائکہ کو دیکھتا ہوں (صرف اتنا ہی نہیں کہ ملائک بعض وقت نظر آتے ہیں بلکہ بسا اوقات ملائک کلام میں اپنا واسطہ ظاہر کر دیتے ہیں۔نوٹ از حاشیہ) اور سچائی میں جو اثر اور ہیبت ہوتی ہے مشاہدہ کرتا ہوں اور وہ کلام بسا اوقات غیب کی باتوں پر مشتمل ہوتا ہے اور ایسا تصرف اور اخذ خارجی ہوتا ہے جس سے خدا تعالیٰ کا ثبوت ملتا ہے۔"

(روحانی خزائن جلد 6 برکات الدعا صفحہ 26)

الہام سے خدا کا دیدار

اسلام سے ہمارے نفسانی جذبات کو موت آتی ہے اور پھر دعا سے ہم از سرِ نو زندہ ہوتے ہیں۔اس دوسری زندگی کے لئے الہام الٰہی ہونا ضروری ہے اسی مرتبہ پر پہنچنے کا نام لقائے الٰہی ہے یعنی خدا کا دیدار اور خدا کا درشن۔اس درجہ پر پہنچ کر انسان کو خدا سے وہ اتصال ہوتا ہے کہ گویا وہ اس کو آنکھ سے دیکھتا ہے اور اس کو قوت دی جاتی ہے اور اس کے تمام حواس اور تمام اندرونی قوتیں روشن کی جاتی ہیں اور پاک زندگی کی کشش بڑے زور سے شروع ہو جاتی ہے۔اسی درجہ پر آ کر خدا انسان کی آنکھ ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور زبان ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ بولتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ حملہ کرتا ہے اور کان ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ سنتا ہے اور پیر ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ چلتا ہے۔"

(روحانی خزائن جلد10اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ 395,394)

کہتا ہے یہ تو بندۂ عالی جناب ہے
مجھ سے لڑو اگر تمہیں لڑنے کی تاب ہے

(درثمین)

کلامِ الٰہی کا نمونہ

"خدائے کریم جل شانہٗ نے مجھے بشارت دے کر کہا:

"خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے اُٹھاؤں گا اور اپنی طرف بلالوں گا پر تیرا نام صفحۂ زمین سے کبھی نہیں اُٹھے گا اور ایسا ہو گا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپئے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں۔وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی میں مریں گے لیکن خدا تجھے بکلّی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔اور ان میں کثرت بخشوں گا اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے خدا اُنہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کرے گا اور وہ علی حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے تو مجھ سے ایسا ہے جیسے انبیاء بنی اسرائیل (یعنی ظلی طور پر اُن سے مشابہت رکھتا ہے) تو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید۔تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا۔ یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"

(تذکرہ مطبوعہ 2004 ص 112)

ہے غضب کہتے ہیں اب وحی خدا مفقود ہے
اب قیامت تک ہے اس امت کا قصوں پر مدار
یہ عقیدہ برخلافِ گفتۂ دادار ہے
پر اُتارے کون برسوں کا گلے سے اپنے ہار
وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار
گوہرِ وحی خدا کیوں توڑتا ہے ہوش کر
اک یہی دیں کے لئے ہے جائے عِزّ و افتخار
یہ وہ گل ہے جس کا ثانی باغ میں کوئی نہیں
یہ وہ خوشبو ہے کہ قرباں اس پہ ہو مشکِ تتار
یہ وہ ہے مفتاح جس سے آسماں کے در کھلیں
یہ وہ آئینہ ہے جس سے دیکھ لیں روئے نگار
بس یہی ہتھیار ہے جس سے ہماری فتح ہے
بس یہی اک قصر ہے جو عافیت کا ہے حصار
ہے خدا دانی کا آلہ بھی یہی اسلام میں
محض قصوں سے نہ ہو کوئی بشر طوفاں سے پار
ہے یہی وحی خدا عرفانِ مولیٰ کا نشاں
جس کو یہ کامل ملے اُس کو ملے وہ دوستدار

☆.....☆.....☆

وہ جو مدھم سی صدا اُٹھی تھی ہندوستان میں

ارشاد عرشی ملک
arshimalik50@hotmail.com

بند تُم نے کر دیئے جلسے جو پاکستان میں
کُل جہاں میں ہو رہے ہیں، منفرد ہیں شان میں
جھولیاں بھر بھر کے ملتا ہے مقدس مائدہ
برکتیں ہیں بے بہا مہدئ کے دستر خوان میں

شش جہت میں گونجتی ہے آج اُس کی بازگشت
وہ جو مدھم سی صدا اُٹھی تھی ہندوستان میں

جب ہمارے درمیاں تشریف فرما ہوں حضور
گنگنا اُٹھتے ہیں دل خوشیوں کے سائبان میں
تین دن تک جب برستی ہے نصائح کی پھوار
اور بڑھ جاتے ہیں دل افزائشِ ایمان میں

شش جہت میں گونجتی ہے آج اُس کی بازگشت
وہ جو مدھم سی صدا اُٹھی تھی ہندوستان میں

ایک ننھے سے شگوفے سے گلستاں بن گیا
ایک قطرہ ڈھل گیا برسات کے باران میں
اِک ستارے میں نہاں تھیں کہکشائیں اَن گنت
ایک انساں ڈھل گیا اِک عالمِ گنجان میں

شش جہت میں گونجتی ہے آج اُس کی بازگشت
وہ جو مدھم سی صدا اُٹھی تھی ہندوستان میں

الغرض میں نام گنواؤں تو کس کس ملک کا
سب کے سب باندھے گئے بیعت کے اک پیمان میں
شکریہ تیرا ادا کرتے ہیں ربِّ ذوالجلال
تو نے ہر پل دی ترقی دین کے میدان میں

شش جہت میں گونجتی ہے آج اُس کی بازگشت
وہ جو مدھم سی صدا اُٹھی تھی ہندوستان میں

جب بصد حسرت وطن کو الوداع کہنا پڑا
اِک توکل کے سِوا کُچھ بھی نہ تھا سامان میں
خوف کی حالت کو بدلا امن میں اللہ نے
ہم پہ اپنا ہاتھ رکھا اُس نے ہر بحران میں

شش جہت میں گونجتی ہے آج اُس کی بازگشت
وہ جو مدھم سی صدا اُٹھی تھی ہندوستان میں

ایم ٹی اے کا ہو بھلا یہ زخمِ فرقت کی دوا
اِس کا حصہ خُوب ہے اس درد کے درمان میں
گھر میں ہر اِک احمدی کے جلوہ فرما ہیں حضور
تازگی آتی ہے اُن کو دیکھ کر ایمان میں

شش جہت میں گونجتی ہے آج اُس کی بازگشت
وہ جو مدھم سی صدا اُٹھی تھی ہندوستان میں

سلسلہ جلسوں کا امریکہ میں ، کینیڈا میں بھی
پھر تسلسل جرمنی میں ، ہند میں، جاپان میں
نُورِ حق سے جگمگا اُٹھا ہے افریقہ بھی آج
سب پہ بازی لے گیا مہدؑی کی وہ پہچان میں

شش جہت میں گونجتی ہے آج اُس کی بازگشت
وہ جو مدھم سی صدا اُٹھی تھی ہندوستان میں

آؤ دیکھو کس نے دنیا میں طنابیں گاڑ دیں
بڑھ گیا ہے کون دیکھو رُشد اور بُرہان میں
ہم تو خوشبو کی طرح پھیلے جہاں میں چار سُو
ہر جگہ عرشیؔ رہے ہم سایہء رحمان میں

شش جہت میں گونجتی ہے آج اُس کی بازگشت
وہ جو مدھم سی صدا اُٹھی تھی ہندوستان میں

کس میں ہے وحدت، خلافت، اور منظم کون ہے
کون ہے بازار کی اک بھیڑ کے فرمان میں
کس کو حُجرے میں محمد ﷺ کے ملی جائے اماں؟
کون بیٹھا رہ گیا اِبلیس کے دالان میں؟

شش جہت میں گونجتی ہے آج اُس کی بازگشت
وہ جو مدھم سی صدا اُٹھی تھی ہندوستان میں

نظم

مبارک احمد ظفر۔لندن

نوٹ: حضور انور کے دورۂ امریکہ وکینیڈا پر روانگی سے قبل کہی گئی دعائیہ نظم

ہو باعثِ برکاتؔ سفر آپ کا سائیں
اللہ کرے سفر اَمَــرُ آپ کا سائیں
اک وعدۂ اِنّــی مــعک بھی ہے تجھ سے
ہے ورثہء عمرِ خضر آپ کا سائیں
ہر قوم کو ہے آپ سے قائد کی ضرورت
ہر ملک ہے دستِ نگر آپ کا سائیں
اے کاش کہ گرویدہ بنے فضلِ خدا سے
ہر ملک کا ہر بندہ بشرؔ آپ کا سائیں
دنیا میں کوئی جائے اماں ہے تو فقط ایک
ہے فیض رساں ایک ہی دَر آپ کا سائیں
اک لمحہ نگہ پیار کا جو تم نے دیا تھا
ہے آج تلک مجھ پہ اثر آپ کا سائیں
اللہ کرے آپ بڑی شان سے لوٹیں
بن جائے جہاں سارا ہی گھر آپ کا سائیں
یہ طالبِ دیدار سرِراہ رہے گا!
ہر روز مرا دیدۂ تر، آپ کا سائیں
ہر آن خدا آپ کا ہو حافظ و ناصر
ناچیز دعا گو ہے ظفرؔ آپ کا سائیں

قلبِ انسانی کی حقیقت اور اہمیت

ارشادعرشیؔ ملک

arshimalik50@hotmail.com

انسان بلاشرکتِ غیرے اس خطہء ارضی کا حکمران ہے۔ وہ اپنی خداداد عقل، ارادے اور شعور کے بل بوتے پر دوسری ہر مخلوق کو مسخر کر چکا ہے۔لیکن اپنے نفس کو مسخر کرنے سے اکثر اوقات عاجز رہ جاتا ہے۔ انسان کے دیگر مخلوقات پر فضیلت اور فوقیت کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ معرفتِ خداوندی کی استعداد رکھتا ہے۔ یہی استعداد اس دنیاوی زندگی میں انسان کا جمال، کمال اور فخر ہے اور اُخروی زندگی میں اس کی جمع پونجی ہے۔

معرفتِ خداوندی کا مقام انسان کا دل ہے۔لہٰذا انسان اس عظیم کام کے لئے دل سے تیار ہوتا ہے کسی اور عضو سے نہیں۔ دل نے ہی اللہ تعالیٰ کی پہچان اور اس کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے۔ دل ہی اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کرتا ہے، وہی اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑتا ہے، اعضاء تو محض اس کے تابع اور خادم ہیں۔ یہ وہ آلات ہیں جن سے دل خدمت لیتا اور انہیں استعمال کرتا ہے۔ جس طرح حکمران اپنے ماتحتوں سے کام لیتا ہے اور کاریگر اپنے اوزاروں سے کام لیتا ہے۔

یہاں بعض لوگ مجھ سے اختلاف کریں گے اور کہیں گے کہ انسانی خیالات اور افعال پر اصل حکمرانی تو دماغ کی ہے دل کی نہیں۔ بے شک مادی اور دنیاوی نفع ونقصان کے معاملات میں دماغ ہی کی حکومت ہے لیکن یہاں ہم دینی اور روحانی معاملات کا ذکر کر رہے ہیں اور قرآن کریم میں ہر جگہ اللہ تعالیٰ کا مخاطب دل ہی ہے۔

مثلاً ''پس کیا نہیں پھرے وہ زمین میں تا انہیں وہ دل ملتے جن سے وہ عقل سے کام لیتے یا ایسے کان نصیب ہوتے جن سے وہ سن سکتے۔ پس آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں'' سورہ الحج آیت نمبر 47۔

مزید دیکھئے ''اسی طرح اللہ ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے جو علم نہیں رکھتے''

(سورۃ روم آیت نمبر 60)

اس طرح فرمانِ خداوندی ہے ''پس اگر اللہ چاہتا تو تیرے دل پر مہر لگا دیتا''

(سورۃ الشوریٰ آیت نمبر 25)

بہرحال بات یہ ہے کہ دل جب غیر اللہ سے محفوظ ہو تو اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہوتا ہے اور غیر اللہ میں مشغول ہو تو اللہ تعالیٰ سے پردے میں ہوتا ہے۔ قرآن وحدیث اور دیگر مذہبی کتب میں اسی سے مطالبہ ہے، وہی مخاطب ہے، اسی کو عتاب اور جھڑک ہے اور اسی سے انعام واکرام کا وعدہ ہے۔ وہی ہے جو قربِ خداوندی کی سعادتوں سے مالا مال ہو کر فلاح پاتا ہے، جب اللہ تعالیٰ اسے پاک کر دے۔ اور وہی ہے جو نامراد اور بدبخت ہوتا ہے جب میلا اور گندہ ہو۔ دراصل دل ہی اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرتا ہے، اعضاء سے جو عبادات صادر ہوتی ہیں وہ سب قلبی انوار ہی کا اظہار ہوتی ہیں۔

اس طرح دل ہی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور سرکشی کرتا ہے۔ اعضاء سے جو برائیاں ظاہر ہوتی ہیں، وہ اسی کے آثار ہیں۔یعنی دل کی روشنی اور نور سے نیکیاں اور خوبیاں اور دل کی تاریکی سے گناہ اور برائیاں ظہور پذیر ہوتی ہیں کیونکہ ہر برتن سے وہی کچھ باہر آتا ہے جو برتن کے اندر ہوتا ہے۔ دل ہی وہ چیز ہے کہ جس کی معرفت ہو جانے سے نفس کی پہچان حاصل ہو جاتی ہے اور جب انسان اپنے نفس کی پہچان حاصل کر لیتا ہے تو اسے ربّ کی پہچان بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

اس لئے کہا گیا ہے کہ:

''جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا'' گویا نفس کو پہچاننا ربّ کو پہچاننے کی کنجی ہے۔ اور جو انسان اپنے دل کے ان عجائب کے بارے میں نہیں جانتا وہ اپنے نفس اور اپنے ربّ دونوں سے جاہل رہتا ہے۔ جس کو اپنے دل کا علم نہ ہو کہ وہ معرفتِ خداوندی کی جگہ ہے وہ دنیا بھر کے دیگر علوم جان بھی لے تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں جاہلِ مطلق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو معرفتِ خداوندی کے لئے پیدا کیا ہے۔ اکثر لوگ اپنے دلوں اور نفسوں سے جاہل ہیں اور ان کے اور انکے نفسوں کے درمیان غفلت، دنیوی لذات اور نفسانی مفادات کا دبیز حجاب حائل ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے کہ ''اللہ بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے'' اس کا حائل ہونا یہ ہے کہ وہ اسے اپنے مشاہدے، مراقبے اور اپنی صفات کی معرفت سے روک دیتا ہے۔ اس بات کے علم سے بھی روک دیتا ہے کہ انسان، رحمان کی دو انگلیوں کے درمیان بدلتا رہتا ہے۔ کبھی اس کا میلان اسفل السافلین کی طرف ہوتا ہے تب وہ

شیطانوں درندوں اور جاہلوں کی طرح ہو جاتا ہے اور کبھی وہ اعلیٰ علیین تک بلند ہو کر مقرب فرشتوں کے درجے تک پہنچ جاتا ہے۔

مسلم اور بخاری کی ایک حدیث ہے کہ حضرت شہر بن حوشبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت اُمِ سلمہؓ سے پوچھا کہ اے امّ المومنین آنحضرت ﷺ جب آپ کے یہاں ہوتے تو زیادہ تر کونسی دعا کیا کرتے تھے؟ اس پر اُمّ سلمہؓ نے بتایا کہ حضور علیہ السلام یہ دعا پڑھتے تھے ''اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ''۔ اُمّ سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے حضور سے اس دعا پر مداومت کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ام سلمہؓ انسان کا دل خدا تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے جس شخص کو ثابت قدم رکھنا چاہے اسے ثابت قدم رکھے اور جس کو ثابت قدم نہ رکھنا چاہے اس کے دل کو ٹیڑھا کر دے''۔

لہٰذا جس آدمی کو اپنے دل کی معرفت حاصل نہ ہو نہ وہ خدا تعالیٰ سے مدد مانگے نہ اپنے دل کی حفاظت اور نگہبانی کرے اور نہ ہی دل میں چھپے ملکوتی خزانوں کا امیدوار ہو تو وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی ان کو بُھلا دیا اور یہی لوگ فاسق ہیں''

دل یا قلب کا لفظ دو معنوں میں بولا جاتا ہے۔ ایک تو صنوبری شکل کا گوشت ہے جو سینے میں بائیں جانب رکھا گیا ہے جو جسم کو خون سپلائی کرتا ہے۔ اس کی شکل اور کیفیت کی تشریح ڈاکٹروں کا شعبہ ہے، دینی غرض سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ دل تو جانوروں بلکہ فوت شدہ لوگوں کے پاس بھی ہوتا ہے۔ دل کے دوسرے معنی ایک ربّانی اور روحانی لطیف شئے کے ہیں جس کا اس جسمانی قلب سے گہرا تعلق اور ہے، وہی تعلق جو صفت کا موصوف سے ہوتا ہے یا کاریگر کا آلہ سے ہوتا ہے یا جو روشنی کا چراغ سے ہوتا ہے۔

یہی لطیف شے انسانی حقیقت کہلاتا ہے یہی انسان کے اندر ادراک کرنے والا، عالم اور عارف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اسی سے خطاب ہے اسی کو عتاب ہے اسی سے باز پُرس ہوگی اور یہی انعام کا مستحق ہوگا۔

اس کو بدن کی سواری دے کر دنیا کے بازار سے زادِ راہ اکٹھا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے اور اس سفر میں اللہ تعالیٰ نے دو قسم کے مددگار اسے عطا کئے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو ظاہری آنکھوں سے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ہاتھ، پاؤں، زبان، آنکھ، ناک اور دیگر باطنی اعضاء ہیں۔ یہ سب کے سب دل کے خادم اور نوکر چاکر ہیں۔ وہ ان سب پر مکمل قابو رکھتا ہے ان میں تصرف کرتا اور ان سے جو چاہے کام لیتا ہے۔ یہ سب اس کی اطاعت پر مجبور ہیں اور اس کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتے۔ جب وہ آنکھ کو کھلنے کا حکم دے تو وہ کھل جاتی ہے پاؤں کو چلنے کا حکم دے تو وہ حرکت کرتے ہیں، زبان کو بولنے کا حکم دے تو وہ بولتی ہے اسی طرح باقی اعضاء کا معاملہ ہے۔

دل کے لئے اعضاء کا مسخر ہونا اسی طرح ہے جس طرح فرشتے اللہ تعالیٰ کے لئے مسخر ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے پابند ہیں اور اس کے خلاف نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اسی پر عمل کرتے ہیں''

(سورۃ التحریم : نمبر 7)

دل ان مددگاروں کا محتاج اس لئے ہوتا ہے کیونکہ اسے جس سفر کی خاطر پیدا کیا گیا ہے اس میں سواری اور زادِ راہ کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ سفر اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے۔ انسانوں کو اسی مقصد کی خاطر پیدا کیا گیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے'' اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے''

(سورۃ الذاریت: 57)

دوسرے مددگار جو ظاہری آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتے لیکن دماغ کے اندر اپنا مسکن رکھتے ہیں یہ بھی حواسِ خمسہ کی طرح پانچ ہیں۔ پہلی قوتِ تخیل ہے۔ یعنی انسان کسی چیز کو دیکھنے کے بعد اپنی آنکھوں کو بند کر لے تو اس کی صورت اپنے دماغ میں پاتا ہے۔ دوسری قوتِ تحفظ ہے۔ یعنی انسان میں دیکھی ہوئی صورت سے متعلقہ بعض باتیں یاد رکھنے کی صلاحیت ہے۔ تیسری قوت تفکر ہے یعنی جو صورت حافظے میں محفوظ ہوئی ہے اس کے بارے میں غور و فکر کر سکتا ہے۔ چوتھی قوتِ تذکر ہے یعنی جو کچھ بھول جاتا ہے اسے پھر سے یاد کر سکتا ہے اور پانچویں قوتِ توہم ہے۔ یعنی محسوسات کی تمام باتوں کو اپنے خیال میں جمع کر سکتا ہے۔

بہر حال مقصد اس تفصیل کا یہ ہے کہ یہ سب احسانات انسانوں پر اللہ تعالیٰ نے اس لئے فرمائے ہیں کہ انسان اپنے خالق کی معرفت حاصل کریں۔ انسان کی تمام عبادات اور نیک اعمال کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس کے دل کو وہ صفائی اور روشنی حاصل ہو جس میں وہ انوارِ خداوندی کا مشاہدہ کر سکے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے کہ'' اور جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ نے اسلام (مکمل فرماں برداری) کے لئے کھول دیا اور وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے''

(سورۃ الزمر: 23)

پھر اس تجلی اور ایمان کے تین مراتب ہیں

(1) عوام کا ایمان ۔۔۔۔۔ یہ محض تقلید ہوتا ہے

(2) متکلمین کا ایمان ۔۔۔۔۔ اس میں کسی قدر استدلال بھی شامل ہوتا ہے لیکن اس کا درجہ بھی عوام کے ایمان کے قریب قریب ہی ہوتا ہے۔

(3) عارفین کا ایمان ۔۔۔۔۔اس کا مشاہدہ نورِ یقین سے ہوتا ہے

ان مراتب کی وضاحت ایک سادہ مثال کے ذریعے کی جاسکتی ہے۔ مثلاً اگر تم تصدیق کرو کہ زید گھر میں ہے تو اس کے تین درجات ہیں

پہلا درجہ یہ ہے کہ تمہیں وہ شخص اس بات کی خبر دے جس کی سچائی کا تمہیں تجربہ ہے اور محض اس کے بتا دینے سے تمہیں اطمینان ہو جاتا ہے۔ یہ محض تقلیدی ایمان ہے، یہ عوام کا ایمان کہلاتا ہے جو اپنے والدین سے اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی صفات کے بارے میں سنتے ہیں۔ نیز انبیاء کرام کے بارے میں سنتے ہیں کہ ان کا لایا ہوا دین سچا ہے تو وہ بغیر کسی حیل وحُجت کے اسے قبول کر لیتے ہیں، اس پر ایمان لے آتے ہیں ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں اور وہ اسی پر ثابت قدم رہتے ہیں۔

دوسرا رتبہ یہ ہے کہ مثلاً تم خود گھر کے اندر سے لیکن دیوار کے پیچھے سے زید کی آواز سنو اور اس بات پر استدلال کرو کہ زید گھر میں موجود ہے تو تمہارا ایمان، یقین اور تصدیق اس پہلے شخص سے زیادہ قوی ہو گی جس کے یقین کا انحصار محض والدین سے سننے پر ہے۔

تیسرا رُتبہ یہ ہے کہ تم گھر میں داخل ہو کر خود زید کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو یہ حقیقی معرفت اور یقینی مشاہدہ ہے اور یہ وہ ایمان ہے جو مقربین اور عارفین کو حاصل ہوتا ہے۔ اس کو علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کا نام دیا جاتا ہے۔

لیکن علوم کے اعتبار سے عارفین اور مقربین کے درجات میں بھی فرق ہوتا ہے۔ درجاتِ علوم میں فرق کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص' زید کو گھر کے صحن میں سورج کی روشنی میں قریب جا کر دیکھے اور اس سے باتیں بھی کرے تو زید کے بارے میں اس کا ادراک مکمل ہوتا ہے جبکہ دوسرا شخص زید کو شام کے اندھیرے میں کافی فاصلے سے دیکھے تو اسے اِس بات کا یقین تو ہوگا کہ یہ وہی ہے لیکن اس کے بارے میں باریک اور مخفی علامات کا یقین نہیں ہوگا۔

اسی طرح علومِ الٰہیہ کے مشاہدے میں بھی فرق ہوتا ہے۔ جو شخص مجاہدوں کے ذریعے اپنی لوحِ دل کو زیادہ پالش کر لیتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ روحانی انوار دیکھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دلوں کو پاک کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

نظم

خانم رفیعہ مجید، شکاگو ویسٹ

آئے مسیحِ وقت ۔ اور آ کر چلے گئے
آمد کے سب نشان دکھا کر چلے گئے

تھا اُمتِ محمدیؐ کو جن کا انتظار
وہ باغباں گلشن کو سجا کر چلے گئے

بحث ومباحثوں کا بڑا سخت دَور تھا
اشکِ رواں سجدوں میں بہا کر چلے گئے

گرداب کے گھیرے میں تھا سفینہء اسلام
وہ ڈوبنے سے ہم کو بچا کر چلے گئے

سوئے ہوئے تھے ہمنشیں غفلت کی نیند میں
وہ ہم کو وقتِ سحر جگا کر چلے گئے

کب تک تکو گے مہدیؑ موعود کی راہیں؟
ہیں مہر و ماہ گواہ ۔ وہ آ کر چلے گئے

طاعون نے بھی کر دیئے پُورے نشانِ حق
گھر گھر سے لوگ لاشیں اُٹھا کر چلے گئے

پیغام یہ محبوبِ خدا مصطفیٰؐ کا ہے
چلنا پڑے برف کی سلوں پر تو تم چلو
کہنا میرا سلام بتا کر چلے گئے

میری والدہ!

اک شجر جس کے دامن کا سایہ بہت گھنیرا بہت

عبد الہادی ناصر۔ نیویارک
سابق لیکچرار تعلیم الاسلام کالج ربوہ

(حصہ اوّل)

آہ! وہ شجر جس کی چھاؤں میں ہم نے اپنی زندگی کا ایک عرصہ گزارہ تھا وہ سایہ دار شجر ہمارے سروں سے اُٹھ گیا۔ ماں کی وہ شفقت بھری نگاہیں جو ہمارے دلوں کا سکون و قرار تھیں ہم سے اوجھل ہو گئیں۔ اور ہمارا گھر سونا ہو کر رہ گیا۔ اُن کی وہ دُعا ہائے نیم شبی، جو ہمارے جینے کا اک سہارا تھیں، اُس سے ہم ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئے۔

کتنی سونی ہے مرے گھر کی فضا تیرے بعد
کون دے گا مجھے جینے کی دعا تیرے بعد

والدہ کی یادیں جو ہماری زندگی کا اک نایاب سرمایہ ہیں وہ ستر سال کی طویل مدت پر محیط ہیں۔ وہ مقامات و آثار جن سے میری والدہ کی یادیں وابستہ ہیں دل کو بے کیف کر دیتی ہیں۔ میرے ان جذبات و احساسات کی صحیح عکاسی عرب کا مشہور شاعر، امرء القیس، کا وہ شعر کرتا ہے جو اُس نے اس وقت کہا تھا جب صحرا میں سفر کرتے ہوئے اُس نے اُس مقام کو دیکھا جہاں پچاس سال قبل اُس نے اپنے محبوب کے ساتھ مل کر پتھروں کا چولہا بنایا تھا اور اُس میں آگ جلائی تھی، اُن پتھروں پر دھوئیں کے نشان اب بھی باقی تھے۔ اُن کو اور اُس مقام کو دیکھ کر محبوب کی یاد تازہ ہو گئی اور بے اختیار ہو کر اپنے ساتھیوں کو کہا۔

قِفَا نَبْکِ مِنْ ذِکْرَیٰ حبیب وَ مَنْزِلِ
بِسِقْطِ اللِّوَیٰ بَیْنَ الدَّخُولِ فحومَلِ

اے میرے ساتھیو ذرا رُک جاؤ اور میرے ساتھ میرے محبوب کی یاد میں تم بھی آنسو بہاؤ اور اس جگہ پر بھی آنسو بہاؤ جہاں میں اپنے محبوب کے ساتھ بیٹھا تھا اور یہ مقام دخول اور حومل کے درمیان ہے۔

اور پھر ان آنسوؤں کے بہنے کا سبب یہ بیان کرتا ہے کہ

اِنَّ شَفَائی عَبرَۃٌ مُھراقۃ
فَھَل عِنْدَ رَسْمٍ دَارِسٍ مَن معوّلُ

میری شفاء (دل کا قرار) میرے آنسوؤں میں ہے۔ اُن آنسوؤں میں جو یاد میں بے اختیار بہہ پڑیں۔ لیکن کیا ان مٹے مٹے نشانوں پر رونے سے کوئی واپس آسکتا ہے؟ یہ بات تو درست ہے کہ جانے والے ان آنسوؤں سے واپس تو نہیں آسکتے مگر یہ بات بھی ٹھیک ہے کہ یہ آنسو مرہم بن کر زخموں کو مندمل کر دیتے ہیں۔ وہ مقامات اور آثار جن سے اپنے پیاروں کی یادیں جُڑیں ہوئی ہوں دل کو کچھ قرار ضرور دے جاتے ہیں۔

آج میں بھی اپنی والدہ کی بکھری ہوئی یادوں کو سمیٹنے بیٹھا ہوں جن کا ذکر میری روح کو گرما دیتا ہے۔ میری والدہ، جن کی یاد میں یہ سطور لکھ رہا ہوں اُن کا نام سردار بیگم صاحبہ تھا جو احمد دین صاحب جمیل کی زوجہ تھیں۔ وہ 20 جنوری 2011 کو 96 سال کی عمر میں اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

میری والدہ کے والد کا نام احمد دین صاحب تھا۔ قادیان میں تجارت کرتے تھے۔ جلسہ سالانہ پر غلہ کی سپلائی بھی کیا کرتے تھے۔ آپ میری والدہ کی کم سنی میں ہی وفات پا گئے تھے۔ چنانچہ اُن کی تربیت اُن کی والدہ محترمہ صوبان بیگم صاحبہ نے کی۔ وہ بہت صابرہ اور شاکرہ تھیں۔ اُن کے جاننے والے اُن کے صبر کی مثال دیا کرتے تھے اور میری والدہ نے بھی ہو بہو اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کی۔ میری نانی جان خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے بہت عقیدت رکھتی تھیں اور اُن کے ساتھ ذاتی تعلق رکھتی تھیں۔ میرے داداجان نے بارہا میری نانی کا مجھ سے ذکر کیا اور ہر مرتبہ اُن کی عظمت کو ان الفاظ میں دہرایا کرتے تھے کہ جب ہم اُن کے گھر رشتہ لینے کی غرض سے گئے تھے تو وہ پہلے ہم سے کبھی بھی نہیں ملے تھے۔ اور ہماری مختصر سی ملاقات میں ہم پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی بیٹی کا ہاتھ ہمیں دے دیا۔ اور پھر ان کے بارے میں یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے خُدا اُن کو جنت میں وہ درجہ عطا فرما جو تو نے حضرت مریم کو دیا تھا۔ اور جب بھی میری نانی کا تذکرہ ہوتا تو یہ دُعا ضرور دیتے۔

میری والدہ کی شادی ایک مخلص دیندار گھرانے میں ہوئی۔ میرے والد صاحب کی

تربیت اُن کے دادا میاں امام الدین صاحب کے زیر سایہ ہوئی۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفیق تھے۔ انہوں نے جہلم جا کر بیعت کی جب حضرت مسیح موعودؑ کرم دین کے مقدمے کے سلسلے میں وہاں تشریف لائے تھے۔ بیعت سے قبل آپ وہابی مسلک پر تھے۔ اکثر لوگوں کو آپ سے عقیدت تھی۔ دعا کرانے کیلئے اکثر آپ کے پاس آتے۔ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ توحید پر پختہ ایمان تھا۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے اور زیادہ تعلق ہو گیا تھا۔ میرے والد صاحب جو کہ ملک عبدالرحمٰن خادم احمدیت کے مایہ ناز مناظر کے قریبی دوست تھے بتاتے تھے کہ خادم صاحب مناظرہ پر جانے سے پہلے تمہارے پر دادا کے پاس مناظرہ کی کامیابی کیلئے اکثر درخواست دعا کی خاطر حاضر ہوتے تھے۔ ایک دفعہ خادم صاحب نے تقریر کی جس کا موضوع تھا کہ احمدیت نے ہمیں کیا دیا۔ علاوہ اور انعاموں کے تذکرے کے انہوں نے یہ بھی بتایا کہ خدا تعالیٰ نے گجرات کو پانچ ولی اللہ دیے ہیں۔ اُن پانچ ناموں میں تمہارے پر دادا امام الدین صاحب کا نام بھی تھا۔ اُن کی کی ہوئی دعاؤں کی قبولیت سے پتہ چلتا ہے کہ کس کس طور پر خدا تعالیٰ نے اُن کے اکثر دعاؤں کو لفظاً لفظاً قبول فرمایا ہے۔ اُن کی قبولیت دعا کے بعض واقعات اُن کے موقع کے مطابق عرض کروں گا۔

والدہ کی شادی

میرے دادا نے مجھے بتایا کہ تمہارے والد کی منگنی ایک جگہ کی تھی اور یہ طے پایا کہ دونوں خاندان قادیان جلسہ سالانہ پر پہنچ جائیں گے اور نکاح کی تقریب قادیان میں ہو گی۔ میرے پر دادا صحت کی خرابی کے باعث قادیان نہ جا سکے۔ جب دونوں خاندانوں کے افراد جلسہ پر پہنچے تو کسی وجہ سے کسی بات پر اتفاق نہ ہو سکا۔ اور منگنی ٹوٹ گئی۔ پھر کسی نے بتایا کہ قادیان میں ایک رشتہ ہے وہ دیکھ لیں۔ جب میرے دادا اُن کے گھر پہنچے تو اُن کو رشتہ پسند آ گیا۔ اور لڑکی والوں نے بھی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ اور جلسہ سالانہ کے موقع پر نکاح کا اعلان ہو گیا۔ میرے دادا بتاتے تھے کہ جب تمہاری والدہ کے گھر گیا تو مجھے وہ گھر دیکھ کر اپنی پرانی خواب یاد آ گئی۔ جس میں میں نے دیکھا تھا کہ ایک گھر ہے جہاں کنواں لگا ہوا ہے اور مجھے پیاس لگی ہوئی ہے۔ میں وہاں کسی لڑکی سے پانی مانگتا ہوں۔ تو وہ لڑکی ایک پیالے میں پانی پلاتی ہے۔ اور جب میں تمہاری والدہ کے گھر گیا بالکل وہی نقشہ دیکھا۔ کنواں لگا ہوا تھا اور میں نے وہاں پانی پیا۔ یہ دیکھ کر مجھے تسلی ہو گئی کہ ہماری رشتے داری یہیں مقدر ہے۔ یہی وجہ تھی کہ پہلی منگنی ختم ہو گئی تھی۔ میرے دادا کہتے تھے کہ جب ہم واپس اپنے گھر پہنچے تو تمہارے پر دادا نے پوچھا کہ کیا احمد دین کا نکاح ہو گیا ہے۔ تو میں نے جواب دیا کہ لالہ جی (میرے پر دادا کو ہر کوئی لالہ جی کہتا تھا) جہاں ہم نکاح کرنے گئے تھے وہاں نہیں ہوا بلکہ قادیان میں ہوا ہے۔ یہ سُن کر لالہ جی نے کہا الحمدللہ کہ قادیان میں خدا تعالیٰ نے کام بنا دیا۔ پھر کہا کہ تفصیل بعد میں بتانا کہ پہلی جگہ منگنی کیوں ٹوٹی یہاں بات کیسے بنی مجھے شکرانے کے دو نفل پڑھ لینے دو۔ پھر کہا کہ اب مجھے کوئی ڈر نہیں کیونکہ توحید کا بوٹا میرے گھر میں خدا نے لگا دیا ہے۔

میری والدہ نے مجھے بتایا کہ جب میں سسرال آئی تو تمہارے پر دادا کو میرے آنے کی بہت خوشی ہوئی۔ وہ مجھ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کُتب سنتے تھے اسی طرح دُرِ ثمین کی نظمیں سُنتے اور سُن کر وہ مجھے بہت دعائیں دیتے۔ میری والدہ کہتی تھیں کہ میں نے تمہارے پر دادا کو بہت عبادت گزار بزرگ پایا۔ بہت دعا گو تھے۔ اُن کی کی ہوئی دعاؤں کو خُدا نے حرف بحرف قبول فرمایا۔ چونکہ میری والدہ پر دادا سے بہت متاثر تھیں اکثر اُن کا تذکرہ کرتی تھیں اور میں نے پر دادا کو دیکھا ہوا نہیں تھا۔ تو میں اُن کا حلیہ اکثر اپنی والدہ سے پوچھا کرتا تھا۔ وہ اُن کا حلیہ یہ بیان کرتیں کہ اُن کا دراز قد تھا۔ سفید ریش اور نورانی چہرہ تھا۔ اتفاق سے ایک دفعہ میں حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری کی خدمت میں بغرض دعا حاضر ہوا۔ میرے ساتھ والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے پہلی دفعہ حافظ صاحب کو دیکھا اور کہنے لگیں کہ تم اکثر اپنے پر دادا کے بارے میں مجھ سے پوچھا کرتے تھے کہ وہ کیسے تھے۔ حافظ صاحب کو دیکھ لو ہو بہو اُن کی شبیہ حافظ صاحب کے ساتھ ملتی تھی۔

خدا کے بزرگ و برتر کے بندے جب کسی آرزو کے ساتھ کوئی بات کہہ دیتے ہیں تو خدا تعالیٰ وہ بات پوری کر دیتا ہے۔ میرے پر دادا نے میری والدہ کو توحید کے بوٹے سے تشبیہ دی تھی تو خدا تعالیٰ نے بھی اس وجود کو اس طور سے نوازا کہ اُن کی ساری زندگی خدا تعالیٰ پر کامل توکل پر گزری۔ اور سچے مواحد کی طرح خُدا کی ذات پر غیر متزلزل یقین رہا۔ اور میرے پر دادا کے صحنِ توحید میں لگا ہوا یہ پودا ایک سایہ دار شجر بن کر ہمارے سروں پر تادیر سلامت رہا۔

میری والدہ کو میرے سُسرال میں بہت عزّت دی گئی۔ اُن سے ہر طرح کو مشورہ کیا جاتا۔ اُن کے تمام دیوروں اور اُن کی اولادوں نے ساری عُمر اُن کی عزّت کی۔ وہ اپنے مسائل لے کر میری والدہ کے پاس آتے اور اُن کے مشوروں پر عمل کرتے۔

آپ صوم و صلوٰۃ کی پابند اور تہجد گزار تھیں۔ خدا تعالیٰ سے تعلق تھا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اُن کو سچے خواب آتے تھے۔ اور خدا اُن کو بسا اوقات آنے والے حالات سے آگاہ کر دیتا تھا۔ ایک دن میری والدہ نے مجھے کہا کہ میری زبان پر قرآن کریم کی یہ آیت بار بار جاری ہوئی کہ:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ

"اور ہم ضرور تمہیں کچھ خوف اور کچھ بھوک اور کچھ اموال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان کے ذریعہ آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے اور اُن لوگوں کو جن پر جب کوئی مُصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یقیناً ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور یقیناً ہم اسی کیطرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔(بقرہ۔156-157)

جب یہ آیت زبان پر جاری ہوئی تو میں نے خاص غور نہ کیا۔ لیکن تین دن بعد پھر بڑی شدت کے ساتھ جاری ہوئی جیسے مجھے اپنے آپ پر کوئی اختیار نہ رہا ہو۔ آج میں نے اس پر غور کیا تو میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ خدا تعالیٰ ہمیں آزمانا چاہتا ہے اور وہ ہمیں آزمائشوں میں ڈالنا چاہتا ہے۔ اور ہمیں آزمائشوں کے ان تمام ادوار سے گزارنا چاہتا ہے جو اس آیت میں بیان کیے گئے ہیں۔ آخر میں خدا تعالیٰ صبر سے اِن آزمائشوں سے گزرنے والوں کو بشارت دیتا ہے۔ چنانچہ میری والدہ نے اپنے بچوں کو اکٹھا کیا اور آنے والے حالات کے لیے تیار کیا اور سمجھایا کہ تم لوگ ان آزمائشوں میں سے گزارے جانے والے ہو تم کوئی تنہا نہیں ہو۔ امتحانوں میں سے گزر کر وہ لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو ثابت قدم رہتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں کہ اللہ اپنے بندوں کو مصائب کے ذریعے آزماتا ہے جس طریقے سے تم میں سے کوئی شخص سونے کو آگ میں ڈال کر اُسے آزماتا ہے بعض آدمی اُن مصائب مین کندن سونے کی طرح ثابت ہوتے ہیں اور بعض جل کر راکھ ہو جاتے ہیں۔ اس لیے تم بھی بغیر کسی شکوہ شکایت کے ثابت قدمی سے کندن بن کر ان مصائب سے نکلنا۔

لہٰذا ان مصائب کا سلسلہ جلد شروع ہوا۔ اور پھر والد صاحب کی علالت شروع ہوئی۔ غرض یہ کہ آہستہ آہستہ پھر آزمائش کے دوسرے ادوار نے ڈیرا ڈالا۔ پھر والد صاحب کی وفات ہوگئی۔ حالات کے پیش نظر کبھی دِل میں خیال آتا کہ کاش ہمیں بھی کوئی پوچھنے والا ہوتا۔ مگر میری والدہ نے ہمیں کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانے کا سبق دیا۔ بڑی ہمت، دعا اور تدبیر سے کام لیا۔ والدہ کی کمالِ فراست نے بہن بھائیوں کو بڑی عزت اور وقار سے آزمائشوں کی مسافت سے باہر نکال کر منزل پر لا کھڑا کیا۔

کبھی ہم بھی چاہتے تھے کہ ملیں کہیں سہارے
مگر اب یہ ڈر رہے ہیں کوئی دے نہ دے سہارا

اب جب ہم ان حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم حیران ہو جاتے ہیں کہ اتنے بڑے حالات کے طوفانوں سے ہم کیسے سلامت نکل آئے۔ اُن کو یاد کر کے دل کانپ جاتا ہے۔ والدہ نے بچوں میں کبھی احساس محرومی پیدا نہ ہونے دیا۔ اس طور پر تربیت کی کہ اُن پریشان دنوں میں جب کہ ہمارے پاس معدودچند کپڑے ہوتے تھے، اُن کو صاف سُتھرا رکھنا اُنہوں نے ہمیں سکھایا تھا۔ جب ہم باہر نکلتے تو کوئی بھی ہمارا لباس دیکھ کر پہچان نہیں سکتا تھا کہ ہم کن حالات میں سے گزر رہے ہیں۔ میں قربان جاؤں اپنے بہن بھائیوں پر جنھوں نے اپنی والدہ کا دامن مضبوطی سے پکڑے رکھا اور کبھی بھی اُن کو شکایت کا موقع نہ دیا۔ آزمائش کی گھڑیاں تو اکثر خاندانوں پر آتی ہیں ہم کوئی انوکھے تو نہیں تھے۔ مگر ایک بات میری والدہ میں نمایاں تھی کہ اُنہوں نے ہمیں زندگی کے صرف دن گزارنے نہیں سکھائے بلکہ ہماری زندگی کے اصل مقصد کو جو کہ تعلیم ہے اُس کو ہمارا نصب العین بنائے رکھا۔ جس کے لیے اُن کی دُعائے نیم شب ہمارے راستے روشن کرتی چلی گئی۔ نیز اس مادرِ عظیم نے ہم بہن بھائیوں کو باہمی محبت کا ایسا درس دیا جو ہمارے دلوں پر آج تک نقش ہے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت میں ہمیشہ کوشاں رہتی تھیں۔ اپنا کوئی وقت ضائع نہیں ہونے دیتی تھیں۔ جب کھانا پکانے کے لیے کچن میں جاتیں تو کھانا پکاتے وقت بچوں کو پاس بٹھا لیتی تھیں۔ کسی بچے کو قران کریم پڑھا رہی ہیں تو کسی کو قران کا ترجمہ سکھا رہی ہیں۔ کسی کو تاریخ اسلام کے بارے میں بتا رہی ہیں۔ میں نے بچپن میں سیرۃ النبی اور تاریخ اسلام کچن میں بیٹھ کر والدہ سے سنی ہے۔ اُس زمانے کا سنا ہوا درس اب بھی ذہن میں نقش ہے۔ اسی طرح مرے چھوٹے بہن بھائی بھی کچن میں کھانا پکنے کے دوران صحابہ کے واقعات اور احمدیت کے تاریخی واقعات اپنے ابتدائی سالوں میں اس طرح سُن کر ذہن نشین کرتے رہے ہیں۔

پھر شام کو سٹڈی ٹائم شروع ہوتا تو سب بچوں کو لے کر بیٹھ جاتیں۔ نگرانی کرتیں کہ ہم پڑھ رہے ہیں یا نہیں۔ سردیوں کے دنوں میں اکثر پاس بیٹھے سویٹر بُنتیں یا پھر کوئی زیرِ مطالعہ کتاب پڑھ رہی ہوتیں۔ اکثر الفضل میں سے کوئی خاص مضمون سب بچوں کو سناتیں۔ بعض دفعہ زیرِ مطالعہ کتاب سے کوئی نہ کوئی اقتباس جو نصیحت آموز ہو سناتیں۔ ایک دفعہ آپ کے زیرِ مطالعہ دِیوان سنگھ مفتوٗن کی کتاب "ناقابلِ فراموش" تھی۔ اُس میں سے اکثر حصے ہم سب کو پڑھ کر سنائے اور بتایا کہ اس شخص کو بھی تمہاری طرح کے حالات سے گزرنا پڑا۔ اس کے اپنوں نے مُنہ پھیر لئے مگر اس نے ہمت نہ ہاری اور علم کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ اور وہ ہندوستان کی اردو کی سب سے بڑی اخبار "ریاست" کا مالک اور ایڈیٹر رہا۔ جب وہ حکومت پر تنقید کرتا تو وہاں کے وزراء اُس سے خَم کھاتے تھے۔

غرض یہ کہ والدہ کمالِ صبر سے اپنے بچوں کو اپنی بساط کے مطابق پرورش میں مشغول رہیں اور پھر وہ وقت بھی آن پہنچا جب خدا تعالیٰ کے فضل سے بچے پڑھ لکھ کر فارغ ہوئے اور پھر سب کی شادیاں کیں۔ ابھی منزل پر پہنچ کر دم لیا ہی تھا کہ پھر خوابیدہ آزمائشیں بیدار ہونی شروع ہوگئیں۔ اس ضمن میں میرے چھوٹے عزیز بھائی عبدالسلام جمیل کی اہلیہ بشریٰ جمیل نے مجھے بتایا:

"جب اماں جی اپنے داماد کے علاج کے لئے اُن کے ساتھ امریکہ آئی تھیں۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے کہ میں ایک صبح جب میں اُن کے کمرے میں داخل ہوئی تو دیکھا کہ اماں جی بہت اُداس بیٹھی ہیں تو میں نے پوچھا کہ اماں جی آپ اتنی اُداس کیوں بیٹھی ہیں۔ تو اُنہوں نے کہا کہ آج صُبح میرے زبان پر وہ آیات پھر جاری ہوئی ہیں جو کئی سال پہلے ان بچوں کے والد کی وفات کی خبر کے متعلق جاری ہوئی تھیں۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ

اور اس کے بعد آزمائشوں کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے مغموم ہوں۔ میں خدا تعالیٰ سے یہ کہہ رہی تھی کہ اے خدا میں اب بہت کمزور ہو گئی ہوں۔ اب مجھ میں غم اور مصائب برداشت نہیں ہو سکتے۔ اب مجھے اور نہ آزما۔ تو میں نے کہا اماں جی خدا تعالیٰ نے ہمیشہ آپ کی دستگیری فرمائی ہے۔ اب بھی فرمائے گا"

یوں لگتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی تقدیر تھی۔ میرے بہنوئی رشید اختر کا مرض ناقابل علاج ہو گیا۔ اس طرح ہمیں جواں سال بہنوئی کی موت کا صدمہ اُٹھانا پڑا۔ جو چھ کم سن بچے اپنے پیچھے چھوڑ گئے۔

ہے موجزن اک قلزمِ خون کاش یہی ہو
آتا ہے ابھی دیکھئے کیا کیا میرے آگے

میرے بہنوئی وقتِ رُخصت اپنے بچوں کی پرورش اور اُن کی تعلیم و تربیت کو میرے والدہ کے سُپرد کر گئے۔ چار نواسیاں اور دو نواسے تھے۔ آپ نے پھر سے کمر ہمت باندھ لی۔ سب کو پڑھایا پھر سب کی شادیاں کیں۔ چھوٹے نواسے کی شادی ہونی باقی تھی۔ اُس کی منگنی پاکستان ہوئی۔ اُس کو دُعاؤں کے ساتھ شادی کی غرض سے پاکستان رُخصت کیا۔ جس دن اُس کی شادی تھی اُسی دن والدہ بھی اس جہان سے رُخصت ہو گئیں۔ گویا کہ وہ اِس انتظار میں تھیں کہ اب میرے مشن کا آخری مرحلہ طے ہو گیا ہے اور جس کشتی کو لے کر منزل کی طرف جا رہی تھیں الحمدللہ باوجود حالات کے نامساعد طوفانوں کے، وہ کشتی اب منزل پر پہنچ گئی ہے۔ اور اپنے داماد کے دی ہوئی امانت کی احسن طریقے سے پاسداری کی۔

سفینہ جب کنارے آلگا غالب
خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیے

آپ کی خوبیوں سے ایک خوبی یہ بھی تھی کہ اپنے غریب رشتہ داروں پر بھی شفقت کی نظر رکھتی تھیں۔ اُن کی حسب استطاعت مدد کرتی تھیں۔ بہت سی لڑکیاں کالج میں پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتی تھیں اُن کو اپنے پاس رکھ کر تعلیم دلاتیں تھیں۔ پھر مناسب جگہ دیکھ کر اُن کی شادیاں کرتیں۔ اُن بچیوں کے رخصتانے کی تیاریاں کرتیں۔ بچیوں کے ساتھ بیٹھ کر اُن کے کپڑوں پر گوٹا کناری لگاتیں۔ یہ سارے کام کرنے سے اُن کو ایک گونہ خوشی ہوتی۔ آپ دارالبرکات محلے کی 26 سال صدر رہیں۔ اپنے محلے کے نادار خاندانوں کا خیال رکھتیں۔ جس مدد کی اُن کو ضرورت ہوتی اُن کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرتیں۔ اگر لجنہ کی طرف سے پوری مدد مہیانہ ہو سکتی تو اپنی طرف سے اُن کی ضرورت کو حتی الامکان پورا کر دیتی۔ انکی بہت سی نیکیاں اس جگہ تحریر نہیں کی جا سکتیں۔ اور بہت سی مخفی نیکیاں اُن کی وفات کے بعد جن لوگوں سے کی ہوئی تھیں اُنہوں نے بیان کیں۔

والدہ کی وفات کے بعد ہم سب بہن بھائی اُن کی زندگی کے گزرے ہوئے واقعات کا بیان کر کے اُن کی کی ہوئی نیکیوں کا ذکر کر رہے تھے تو میرے چھوٹے عزیز بھائی عبدالسلام جمیل نے بتایا کہ جب والدہ 1979 میں پہلی دفعہ ربوہ سے امریکہ آپ لوگوں سے ملنے کیے لیے آ رہی تھیں تو مجھے آپ نے 23 لوگوں کی ایک لسٹ دی۔ اور مجھے کہا کہ ہر ماہ میرے بینک اکاونٹ سے رقم نکلوا کر اُن لوگوں کو لفافے میں روپے ڈال کر اُن کے گھر دے آیا کرو۔ لیکن یہ خیال رہے کہ کسی اور کو پتہ نہ چلنے پائے۔ اور میرے بھائی نے بھی اُن کے حکم کے مطابق پوری پوری رازداری رکھی۔ اُن کی وفات کے بعد ہی ہم سے ذکر کیا۔

اپنے تو پھر اپنے غیروں کے لیے بھی
پیار کی آغوش تھی حلیمہ تھی میری ماں

والدہ ہر ایک کو بڑے تپاک کے ساتھ ملتی تھیں۔ جو بھی آپ کو ملا اُن کا گرویدہ ہو گیا۔ ہر کوئی انہیں اپنی ماں تسلیم کرتا۔ اور پھر اُنہوں نے تاحیات اُن سے رشتہ رکھا۔ چنانچہ رشتہ داروں میں سے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے دُنیا کے ہر ملک میں رہائش پذیر ہیں سب نے اُن کی وفات پر تعزیت کیلئے ٹیلی فون کئے۔ غیر رشتہ داروں نے بھی فون کئے۔ خاص طور پر اُن بچیوں نے جن کی طالب علمی میں مدد کرتی رہیں اور پھر اُن کے گھر آباد کیے۔ فون پر اُن کے احسانات کا تذکرہ کر کے رو رو کر تعزیت کرتی رہیں۔ میں نے اُن کی وفات پر لوگوں کو اشکبار دیکھا۔ اُس وقت مجھے عرب شاعر کے وہ دو شعر یاد آئے جو مُدت ہوئی پڑھے تھے۔ لیکن اشعار کی سچائی کی عملی تفسیر اُس وقت سمجھ میں آئی جب اپنی والدہ کی وفات پر اُن کو روتے ہوئے پایا۔ شاعر کہتا ہے:

انت الذی ولدتک اُمک باکیا
والناس حولک یضحکون سرورا
فاحرص علیٰ عمل تکون اذا بکوا
فی وقت موتک ضاحکاً مسرورا

یعنی تو وہی تو ہے کہ جب تو پیدا ہو تھا تو تو رو رہا تھا کیونکہ ہر بچہ پیدا ہونے کے بعد روتا ہے اور تیرے ارد گرد بیٹھے ہوئے لوگ ہنس رہے تھے۔ (تو اس طور سے اس کا بدلہ لے) کہ تو اپنے اعمال کے لیے جدوجہد کر کہ جب تو مرنے لگے تو تو ہنس رہا ہو کہ میں

خدا اسے نیک بدلہ لینے جارہا ہوں اور تیرے ارد گرد بیٹھے ہوئے لوگ رو رہے ہوں کہ ایسا اچھا انسان ہم سے چھینا جارہا ہے۔

میری والدہ کی نیچر میں یہ بات بھی نمایاں تھی کہ وہ ہمیشہ شکستہ حال اور مظلوم لوگوں کے ساتھ کھڑی ہوتیں اور جب بھی کسی کو پریشان دیکھتیں تو اُن کو اپنے مشوروں سے اُن کی مدد کرتیں۔ اور حتی المقدور مدد کرتیں۔ ملک کی پارٹیشن سے پہلے ہم ہندوستاں پونا میں رہتے تھے۔ (جو کہ ہندوستان میں ہے) اور ہمارے گھر کی دوسری منزل میں عبدالحمید عدمؔ جو کہ پاکستان کے مشہور شاعر تھے، رہتے تھے۔ جب وہ عراق میں تھے تو وہاں عراقی خاتون سے شادی کرلی تھی جس کا نام ملکیہ تھا۔ اُنکی پہلی شادی پنجاب میں ہوئی تھی جس سے بچے بھی تھے۔ چونکہ وہ ہمارے پڑوسی تھے اس لیے اس ناطے اُن کا ہمارے ہاں اکثر آنا جانا رہتا تھا۔ ملکیہ والدہ کی دوست بن گئی۔ اُس کو اُردو ٹوٹی پھوٹی آتی تھی لیکن پڑھنا لکھنا نہیں آتا تھا۔ ایک دن ملکیہ ایک خط والدہ کے پاس لائی اور کہا کہ یہ خط پڑھ کر سُنادیں۔ وہ خط عدمؔ کے بیٹے کا تھا جو اُس نے باپ کو لکھا تھا۔ جس میں لکھا تھا کہ میں بھوکا سکول جاتا ہوں اور اسکول کی فیس دینے کے لیے پیسے نہیں اور دوسرے بہن بھائیوں کا بھی یہی حال ہے۔ یہ سُن کر ملکیہ نے زارو قطار رونا شروع کر دیا۔ اور کہنے لگی کہ یہ سب کچھ میری وجہ سے ہورہا ہے۔ عدم اُن بچوں کو خرچ نہیں بھجواتے تھے حالانکہ اُن کی سی۔ ایم۔ اے۔ میں اچھی خاصی پوسٹ تھی۔ مگر مے نوشی نے کنگال کرر کھا تھا۔ ملکیہ نے والدہ کو بتایا کہ جب عدم تنخواہ گھر لے کر آتے ہیں تو میں اپنے کھانے کا خرچ نکال لیتی ہوں اور اپنا کھانا ہوٹل سے منگوالیتی ہوں۔ کیونکہ مجھے کھانا پکانا نہیں آتا۔ والدہ کو پتہ چل گیا کہ عدم کو کھانے سے زیادہ مے کشی کی عادت ہے اُس کو کھانے کی ہوش نہیں۔ ہمارے والد صاحب نے والدہ کو کہا کہ رات کا کھانا اوپر عدم کو بھجوایا کرو۔ چنانچہ کھانا پہنچانے کی ڈیوٹی میری لگی۔ رات کا کھانا اُوپر پہنچا آتا۔ میں بیان کررہا تھا کہ ملکیہ سوتیلے بیٹے کا خط سُن کر رو پڑی تھی۔ اور والدہ کو کہنے لگی کہ میں کیسے مدد کرسکتی ہوں۔ والدہ نے کہا کہ دیکھو تمہاری کوئی اولاد نہیں۔ اگر تم ہمت کرو تو تم اُن کی مدد اس طور سے کرسکتی ہو کہ تم کھانا گھر میں پکاؤ۔ جو رقم تم ہوٹل سے کھانا لا کر خرچ کرتی ہو اُس کا نصف بھی تمہارے کھانے پر خرچ ہو تو کافی رقم بچ جائے گی اور اور پھر وہ رقم جو سگریٹ پینے میں خرچ کرتی ہو۔ اگر تم سگریٹ پینا چھوڑ دو تو وہاں بھی بچت ہوجائے گی اور میں تمہیں کھانا پکانا سکھادوں گی۔ لہٰذا تمہاری تھوڑی سے قربانی سے تمہارے سوتیلے بچوں کی مدد ہوجائے گی۔ اور خدا بھی تم سے خوش ہوجائے گا۔ والدہ نے ملکیہ کو کھانا پکانا سکھایا۔ اُس نے سگریٹ پینے بھی چھوڑ دیے اور ہر ماہ رقم والدہ کو دیتی اور وہ اُن بچوں کو منی آرڈر بھجوادیتیں۔ ہر ماہ اُن بچوں کو خرچ پہنچتا رہا۔ بچوں کے شکریہ کے خط ملکیہ کو آنے شروع ہوگئے۔ وہ بہت خوش تھی کہ میں اپنے سوتیلے بچوں کی مدد کرنے کے قابل ہوگئی ہوں۔ اس لحاظ سے وہ میری والدہ کی بہت عزت کرتی تھی اپنی شفیق ماں سمجھتی تھی۔ میری والدہ کی تھوڑی سے راہ نمائی سے کئی بچوں کی زندگیاں سنبھل گئیں۔ اُن کی زندگی کا یہی نصب العین تھا کہ:

زندگی کی یہی قیمت ہے کہ ارزاں ہو جاؤ
نغمہء درد لیے موجہء خوشبو کی طرح

والدہ کی قران کریم کے ساتھ محبت

قران کریم کا پڑھنا اور پڑھانا میری والدہ کا محبوب مشغلہ تھا۔ اپنے بچوں کو قران کریم پڑھانے کے علاوہ دوسرے بچوں کو بھی پڑھاتی رہیں اور یہ سلسلہ نصف صدی تک محیط رہا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے قران کریم کا ترجمہ بھی سیکھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تفسیر کبیر کی دس جلدوں کو بار بار پڑھا۔ قران کریم کی تلاوت بلاناغہ کرتیں۔ رمضان میں قران کریم کے چھ سات دور کرتیں۔ قران کے اکثر حصے زبانی یاد کئے ہوئے تھے۔ رمضان میں لجنہ میں قران کریم کا درس دیتیں جو بہت پسند کیا جاتا۔ آپ محلہ دارالبرکات ربوہ کی لجنہ کی صدر رہیں اور ہر سال درس دیتیں رہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ہندوستان کی پارٹیشن سے پہلے میں پانچویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ اور رمضان المبارک میں قران کریم پکڑ کر اپنی والدہ کے ساتھ محلہ دارالبرکات قادیان میں جہاں لجنہ کا درس ہوتا تھا آپ کو چھوڑنے جایا کرتا تھا۔ میں بھی ایک کونے میں بیٹھ جایا کرتا تھا۔ وہاں بھی میری والدہ کے درس کی عورتیں تعریف کیا کرتی تھیں۔

اللہ پہ ایمان تھا قران میں تھی جاں
فردوس نشینوں کا استعارہ تھی میری ماں

ایک مرتبہ میری والدہ نے اپنی ایک خواب سنائی کہ میں نے دیکھا کہ ایک درخت ہے جس کی سب ٹہنیاں سوکھی ہوئی ہیں۔ تو میں قران کریم کو ہر ایک ٹہنی سے لگاتی اور وہ ٹہنیاں سرسبز ہوتی گئیں۔ تو میں نے دیکھا کہ قران لگانے سے وہ سارا درخت سرسبز ہوگیا۔

علم تعبیر رویا میں درخت سے مراد خاندان ہوتا ہے۔ اُس کی ٹہنیاں سے مراد اولاد ہے۔ قران کو اگر کوئی رویا میں دیکھے تو اس سے مراد علم، حکمت و دانش مراد ہے اور ٹہنیوں کے سرسبز پتے دیکھنے سے مراد صاحب رویا خوش خلق اور نیک ہے۔ یہ رویا بتاتی ہے کہ صاحب رویاء نیک اور خوش خلق ہے اور اُس کی اولاد کو قران کی برکت سے خدا تعالیٰ علم و دانش عطا کرے گا۔ خدا کرے کہ والدہ کے پڑھائے ہوئے قران کو آگے ہمیشہ سارے خاندان کو قران کی عظمت کو سمجھنے کی توفیق عطا ہو۔

(جاری ہے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

AHMADIYYA MUSLIM FOREIGN MISSIONS OFFICE

INTERNATIONAL HEADQUARTERS RABWAH, PAKISTAN

London Office: 16 Gressenhall Road, London SW18 5QL, U.K.
Telephone: 020 8877 5600 Fax: 020 8870 1095

REF: T-698
25-07-12

مکرم امیر صاحب جماعت احمدیہ یو۔ایس۔اے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط محررہ ۲۲ جولائی ۲۰۱۲ء حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں موصول ہوا۔ جس کے ساتھ آپ نے احمدیہ میڈیکل ایسوسی ایشن امریکہ کیلئے ہونے والے انتخابات کے نتائج بغرضِ منظوری ارسال کئے ہیں۔

اطلاعاً تحریر ہے کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مکرم ڈاکٹر لطف الرحمان صاحب کی بطور صدر ایسوسی ایشن، مکرم ڈاکٹر یونس ایم۔ اسماعیل صاحب کی بطور نائب صدر، مکرم ڈاکٹر احسن ایم خان صاحب کی بطور جنرل سیکرٹری اور مکرم ڈاکٹر نعیم لغمانی صاحب کی بطور treasurer منظوری عطا فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام عہدیداران کو احسن رنگ میں حق الخدمت ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن